Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ اُردو

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر

مرتبہ

علی محمد اجمیری

بابت ماہ صفر ۱۳۶۱ھ مطابق ماہِ مارچ ۱۹۴۲ء

ماہِ امان ۱۳۲۱ ہش

جلد ۴۱ عدد ۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء
میں حسب ذیل مقاصد کے پیشِ نظر جاری فرمایا تھا۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائے گا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرون ہند تین روپے اور بیرون ہند چار روپے ہے۔ طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اردو ماہنامہ ہے۔ بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	تینتیس روپے	اٹھتر روپے	ایک سو چوالیس روپے	دو سو ستر روپے
نصف صفحہ	اٹھارہ روپے	اڑتالیس روپے	چوراسی روپے	ایک سو پچاس روپے
ربع صفحہ	بارہ روپے	تیس روپے	چوّن روپے	نوّے روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اُردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۴۱ | ماہِ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ سنہ مطابق ماہِ مارچ ۱۹۴۲ء سنہ | عدد ۳

فہرست مضامین

خدا تعالےٰ کی صفت تکلم	صـ۲	پروفیسر محمد اسلم صاحب ایم۔ اے۔ گورنمنٹ کالج لاہور۔
اسلامی کلچر کی روح	صـ۲۸	خان بہادر مولوی عطاء الرحمٰن صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر محکمہ تعلیم آسام
سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات	صـ۴۰	جناب گیانی واحد حسین صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ اگر خدا ہر زمانہ میں اپنی آواز کسی بندے کے کان میں نہ ڈالے، اور اس کے ذریعہ وہ مُردوں کو زندہ اور خوابیدہ روحوں کو بیدار نہ کرتا رہے، تو دنیا سے ایمان بالکل غائب ہو جائے۔ اور ایمان کے غائب ہو جانے سے ہر قسم کا امن بھی جاتا رہے۔ پہلے زمانوں میں بھی ایمان خدا کے کلام ہی سے پیدا ہوتا رہا ہے۔ اور اب بھی اسی سے پیدا ہو سکتا ہے لیکن مذہبی لیڈر اس بات کو نہ سمجھے۔ ان میں سے کسی نے کہا، کہ فلاں وقت تک خدا اپنا کلام انسانوں کو پہونچاتا رہا ہے اس کے بعد نہیں۔ اور کسی نے کہا کہ اس کے بعد بھی فلاں زمانہ تک کلام الٰہی نازل ہوتا رہا اور اس کے بعد بند ہو گیا۔ پھر کسی نے کلامِ الٰہی کے نزول کے زمانہ کو ذرا آور بڑھا دیا۔ لیکن اس کے بعد کہا، کہ خدا نے اپنا کلام نازل کرنا بند کر دیا۔ غرض ہر ایک قوم نے ایک خاص زمانہ اور وقت تک کلامِ الٰہی کو محدود قرار دیا۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ جب پرانی کتابوں اور الہامات کا اثر زمانہ نے مٹا دیا، تو اس کے بعد کچھ عرصہ تک تو قومی تعصّب نے قومی روایات اور قومی عقائد کی تائید کی۔ اور ان کو قائم رکھا۔ لیکن چونکہ اس کے پیچھے کوئی بصیرت نہ تھی، اس لئے جب ضمیر کا اندرونی اطمینان الٰہی کلام کی دُوری سے کم ہوتا چلا گیا، تو ایسا قومی تعصّب جو کسی ٹھوس روحانی بنیاد پر قائم نہ تھا، وہ بھی آہستہ آہستہ متزلزل ہونے لگا۔ حتیٰ کہ آخر وہ زمانہ آیا، جس میں آج ہم ہیں۔ اس وقت دنیا میں بے شمار مذاہب ہیں۔ لیکن ایمان اور یقین کسی کو بھی حاصل نہیں۔ ہاں قومی تعصّب کم و بیش سب میں ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے، کہ مذہب کے نام پر لوگ مرنے اور مارنے کے لئے تو طیار ہیں۔ لیکن مذہب پر عمل کرنے کے لئے بہت کم لوگ طیار ہیں۔ گویا مذہب اب کسی رُوحانی حقیقت کا حامل نہیں رہا۔ بلکہ زیادہ تر اس نے ایک قومی تعصّب کی شکل اختیار کر لی ہے۔ ہر شخص جو اپنے تئیں کسی مذہب کی طرف منسوب کرتا ہے، تو اس لئے نہیں، کہ وہ یہ سمجھتا ہے، کہ اس میں میری کوئی رُوحانی اصلاح ہو گی، اور میں خدا سے مل جاؤنگا۔ بلکہ محض اس لئے کہ اتفاق سے اس کی پیدائش ان لوگوں کے ہاں ہوئی، جو قدیم زمانہ سے اس مذہب سے وابستہ چلے آتے ہیں۔ ظاہر ہے، کہ مذہب کے ساتھ ایسا تعلق انسانی سوسائٹی کے مختلف گروہوں میں اپنے اپنے مذہب کیلئے تعصّب کا جذبہ تو پیدا کر سکتا ہے۔ مگر مذہب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی حقیقی غرض اس سے پوری نہیں ہو سکتی۔

ہر قوم اور ہر زمانہ میں خدا کا کلام

لیکن کیا یہ صحیح ہے کہ خدا ایک زمانہ تک تو اپنی آواز بندوں تک پہونچاتا رہا۔ اور اس کے بعد اس نے آواز پہونچانی بند کر دی؟ ہرگز نہیں۔ تاریخ شاہد ہے (اور تاریخ سے بڑھکر اس امر پر اور کیا گواہی ہو سکتی ہے) کہ ہر زمانہ اور ہر قوم میں خدا کا کلام سننے والے بزرگ پیدا ہوئے۔ خدا نے ان کی تائید کی، اور لوگوں نے ان کو قبول کیا۔ آدمؑ آئے۔ نوحؑ آئے۔ ابراہیمؑ آئے۔ موسےؑ آئے۔ عیسےؑ آئے، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آئے۔ اسی طرح دنیا کے مختلف حصوں میں اور بھی ایسے بزرگ آئے۔ چنانچہ ہندوستان میں کرشن۔ رام چندر جی اور بدھ آئے۔ چین میں کنفیوشس آئے۔ ایران میں زرتشت آئے۔ اور خدا جانے کہاں کہاں کون کون آئے۔ پس جب خدا نے اپنا کلام ہر زمانہ اور ہر قوم میں نازل کیا۔ اور ہر زمانہ اور ہر قوم کو خدا کے کلام کی ضرورت سمجھی جاتی رہی ہے، تو پھر یہ کیونکر مانا جا سکتا ہے، کہ وہ ایک زمانہ یا ایک قوم یا ایک ملک تک اپنی آواز پہونچا کر خاموش ہو گیا۔

پس جنہوں نے خدا کے کلام پر اپنی نادانی سے حد بندی کرنی چاہی، وہ اس کی برکتوں سے محروم ہو گئے۔ ان کے دلوں سے ایمان اٹھ گیا۔ اور اس کی جگہ تعصب اور قومی طرفداری نے لے لی۔ مذہب ایک رسم ہو کر رہ گیا، اور حقیقت اس میں سے غائب ہو گئی ؛

معیّن الفاظ میں کلام الٰہی کی ضرورت

ہاں ایسے بھی مذہبی لیڈر ہیں، جو خدا کے کلام کو کسی زمانہ یا کسی قوم سے مختص تو نہیں کرتے، مگر وہ خدا کے کلام کی صورتوں پر حد بندی ضرور کرنا چاہتے ہیں۔ مثلاً ہمارے زمانہ میں ایک مسٹر گاندھی ہی کو دیکھ لیں۔ وہ یہ تو مانتے ہیں، کہ خدا ہر زمانہ میں اپنی آواز اپنے بندوں کو سناتا ہے، لیکن وہ آواز معیّن الفاظ میں نہیں ہوتی، بلکہ ایک مفہوم ہوتا ہے، جو بندے کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا، کہ ایسی حد بندی کیوں کی جاتی ہے۔ بندوں کی ضروریات کو خدا خود ہی بہتر سمجھتا ہے۔ وہ جس طرح مناسب سمجھتا ہے، اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ کبھی دل میں ایک تحریک کرتا ہے، اور کبھی وہ آواز

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیتا ہے۔ جس میں پُرشوکت الفاظ ہوتے ہیں۔ یہ سب اس کی مرضی اور اس کے فیصلہ پر منحصر ہے۔ وُہ اپنی حکمت کے ماتحت جس طرح چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔ ہاں ہم اتنا کہہ سکتے ہیں، کہ بغیر معین الفاظ کے خدا کا کلام انسانوں پر حجت نہیں ہوسکتا۔ ہم یہ نہیں کہتے، کہ بغیر معین الفاظ کے خدا کا کلام نہیں ہوسکتا۔ ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے۔ لیکن انسان کے شکوک کو مٹانے کیلئے ایسا کلام کافی نہیں۔ اس لئے خدا کو بنی نوع انسان سے جو محبت اور ان کی ہدایت کا جو خیال ہے، اس کا یہ تقاضا ہے، کہ خدا معین الفاظ میں بھی کلام کرے۔ بلکہ ہمیں کہنا چاہیئے کہ جیسے جیسے انسان ذہنی اور علمی لحاظ سے اور لکھنے پڑھنے کے فنون کے اعتبار سے ترقی کرتا چلا گیا، ویسے ویسے یہ اور بھی ضروری ہوتا گیا، کہ خدا کا پاک کلام جو انسانوں کو شکوک کی دلدل سے نکالکر یقین کے بلند مقام پر کھڑا کر دیتا ہے، معین الفاظ میں بھی نازل ہُوا کرے۔ بغیر اس کے ہم کو کیسے پتہ لگ سکتا، کہ خدا کا کیا پیغام تھا۔ جو کسی بندے کے ذریعہ لوگوں کو پہونچا؟ اور اس پیغام کی سچائی اور عظمت لوگوں پر کیسے کُھل سکتی تھی۔ جب تک یہ معلوم نہ ہوتا کہ وہ پیغام تھا کیا؟

فرعون کی لاش

یہ لفظی کلام ہی کی برکت ہے، کہ ہم کہہ سکتے ہیں، کہ آج سے چودہ سو سال پہلے خدا نے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا، کہ ہم نے فرعون کو غرق کرتے وقت اس سے یہ وعدہ کر لیا تھا، کہ تمہاری لاش کو ہم ضایع نہیں ہونے دینگے۔ بلکہ محفوظ کرلیں گے، اور لوگوں کے لئے اسے سامانِ عبرت بنائیں گے۔ جب یہ خبر خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دی، اس وقت بائبل موجود تھی۔ اور اس میں موسےٰ و فرعون کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔ مگر اس میں اس قسم کا کوئی اشارہ موجود نہ تھا، اور نہ اب ہے۔ یہ ایک زائد نہایت ہی اہم تفصیل تھی، جو پہلے خدا نے کسی پر ظاہر نہ کی تھی اور صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر آکر ظاہر کی۔ اور لطف یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں بھی فرعون کی لاش کا کسی کو کچھ پتہ نہ تھا، لیکن خدا کا سچا کلام معین الفاظ میں تھا، جنہیں محفوظ کر لیا گیا۔ چنانچہ یہ معین الفاظ قرآن مجید میں یوں آئے ہیں۔ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً۔ یعنی آج ہم تجھے نجات دینگے تیرے بدن کے ساتھ، تاتو اپنے بعد میں آنیوالوں کیلئے ایک نشان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بن جائے۔ قرآن شریف کے متن کا ایک ایک حرف اور ایک ایک شوشہ محفوظ موجود ہے۔ جب آثارِ قدیمہ والوں نے مصر کے قدیم بادشاہوں کی قبروں کو کھدوایا، اوران میں فرعون کی لاش بھی محفوظ مل گئی، اوراس کے سب ضروری نشان پہچان لئے گئے، تب قرآن شریف کے ان معین الفاظ کی شان اورعظمت ظاہر ہوئی۔ اور خدا کی خدائی ثابت ہوئی۔

گاندھی جی کا تجربہ اگرکبھی بھی معین الفاظ میں خدا کا کلام نازل نہ ہو، توپھرہم یقین کے اعلیٰ درجہ تک نہیں پہونچ سکتے۔ ایسا کلام خود اس کے لئے تو حجت ہوسکتا ہے جس پر وہ نازل ہوالیکن دوسروں کے لئے حجت نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اگر کلام الٰہی کے اثرات وسیع، دُوررس اور دیرپا ہونے ہیں، تو ضروری ہے، کہ خدا اپنا کلام معین الفاظ میں بھی نازل کرے۔ گاندھی جی کہتے ہیں کہ خدا کی آواز ہے، اور وہ آواز بندوں تک پہونچتی بھی ہے۔ اس کی بہتر مثال ان کی زندگی میں ان کے اپنے قول کے مطابق وہ اکیس۲۱ روز کا روزہ ہے، جو انہوں نے ہریجنوں کو ایک علیٰحدہ قوم قرار دیئے جانے کے خلاف رائے پیدا کرنے کے لئے رکھا تھا۔ گاندھی جی کہتے ہیں، کہ وہ جیل میں تھے، وہاں ان کو ملک کی خبریں ملا کرتی تھیں۔ ایک رات وہ بغیر کسی ارادے کے سوئے۔ لیکن رات کو وہ بیدار ہوئے تو ایک آواز ان کو گویا یہ کہہ رہی تھی، کہ تُو روزہ رکھ۔ گاندھی جی نے پوچھا، کہ کتنے روز؟ تو آواز نے جواب دیا اکیس۲۱ روز۔ گاندھی جی کو اس آواز کے متعلق یقین ہوگیا، کہ یہ خدا کی آواز ہے اس لئے انہوں نے مزید سوچ بچار فضول سمجھی اور روزہ رکھنے کا فیصلہ کرلیا۔ صبح ہوتے ہی انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کاغذ پر لکھکر اطلاع کردی، کہ انہوں نے اکیس۲۱ روز فاقہ کرنے کا اٹل فیصلہ کرلیا ہے۔ ساتھی بھی چُپ چاپ ہوگئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے، کہ جب گاندھی جی کوئی ایسا فیصلہ کرتے ہیں، تو وہ اسے ضرور عملی جامہ پہناتے ہیں۔

اب ہم نہیں کہہ سکتے، کہ یہ آواز کیا تھی؟ ممکن ہے، وہ خدا کی آواز ہی ہو، اور ممکن ہے نہ ہو۔ بہر حال اگر وہ حجت ہے تو گاندھی جی کے لئے ہے اور دوسروں کیلئے نہیں۔ لیکن اگر خدا کا کلام معین الفاظ میں ہو، اور اس کی حقیقت بعد میں کسی زمانہ میں جاکر کھُلے، تو وہ کلام سب کے لئے حجت ثابت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوتا ہے۔ ایسے کلام کی سب سے شاندار مثال تو قرآن شریف ہے۔ جس کے عین اسی حالت میں محفوظ ہونے میں جس میں کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، کسی دشمن کو بھی شک نہیں ؛

معجزات کا سوال

قرآن شریف کے اس طرح محفوظ ہونے نے مذہب کو ایک اور بڑی ذمہ داری سے بچا لیا ہے۔ اور وہ ذمہ داری معجزات دکھانے کی ہے۔ مذہب کا دعویٰ ہے کہ کبھی خدا اپنا تصرف اپنے عام قانونوں میں بھی کرتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے، کہ ایسے تصرف کے بغیر خدا کی خاص الخاص صفات لوگوں کے دلوں پر نقش نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ ہر مذہب کا دعویٰ ہے کہ خدا نے ایسے تصرفات اپنے خاص بندوں کے ذریعہ دنیا کو دکھائے، اور دنیا نے ان تصرفات کو دیکھ کر ایمان میں ترقی کی لیکن اب وہ سب کے سب معجزات (خواہ وہ سچے ہی ہوں۔ اور یقیناً ان میں سے کئی سچے بھی ہیں) تاریخ کے رحم پر ہیں۔ اگر تاریخی لحاظ سے وہ ثابت ہو جائیں، تو ان کی کچھ قدر ہے، ورنہ وہ کسی کام کے نہیں اور سچ تو یہ ہے، کہ عام قانونوں میں تصرف لوگوں کو ایسا عجیب معلوم ہوتا ہے (اور ایسا تصرف ہے بھی عجیب کیونکہ عام حالات میں عام قانون ہی چلتے نظر آتے ہیں) کہ لوگ تاریخی ریکارڈ پر شُبہ کرینگے، مگر ایسے تصرفات کی مثالوں کو آسانی سے قبول نہ کرینگے۔ ایسے معجزات کا فائدہ اس زمانہ کے لوگوں کو تو ہوا ہوگا، جس زمانہ میں وہ دکھائے گئے تھے۔ لیکن اس زمانے کے بعد کے لوگوں کیلئے ان کا کیا فائدہ؟ ہاں اگر معین کلام ہو، اور ہمیشہ کے لئے اس کو محفوظ کر لیا گیا ہو، اور وہ اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کے لحاظ سے بے نظیر ہو، جیسا کہ قرآن شریف کا کلام ہے، اور اگر اس کے بے نظیر ہونے کا دعویٰ پہلے سے کر دیا گیا ہو، جیسا کہ قرآن شریف کا دعویٰ ہے، اور پھر اس کے عجائبات ہر زمانے میں ظاہر ہوتے رہتے ہوں، جیسا کہ قرآنی پیشگوئیوں اور قرآنی تعلیمات کے عجائبات ہر زمانے میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں، تو پھر یہ ایک ایسی حجت دنیا کے سب لوگوں پر قائم ہوتی ہے، کہ اس کے آگے سرِ تسلیم خم کئے بغیر دُنیا کو کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔

قرآن شریف کے ذریعہ دُنیا پر حجّت

چنانچہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے، کہ یہ معین الفاظ ہی کی برکت ہے، جو قرآن شریف کے ذریعہ ایسی زبردست حجت دُنیا پر قائم ہوتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس زمانہ میں اس حجت کی قوت کو اور بھی بڑھا دیا گیا ہے، اور وہ اس طرح کہ جب دنیا نے قرآن شریف جیسے بے نظیر کلام الٰہی پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔ تو خدا تعالیٰ نے اپنا ایک مامور بھیجا اور اس کے ذریعہ سے قرآن شریف کے اس دعویٰ کو سچا ثابت کیا، کہ جب مومن کہتے ہیں، کہ خدا ہے اور اس پر استقامت دکھاتے ہیں، تو ان پر فرشتے خدا کا کلام لیکر اُترتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰمٓ سجدہ ع۴) اس زمانہ کے معترضوں کے مُنہ بند کرنے کیلئے جنہوں نے قرآن شریف کے خلاف زبانِ اعتراض کھولی، خدا نے قرآن شریف کے ایک پیرو کو اپنے کلام سے مشرف کرنے کے لئے چُنا۔ گاندھی جی دل میں یقین پیدا ہو جانے کو اس بات کا نشان قرار دیتے ہیں، کہ وہ بات خدا کی طرف سے ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ بے شک یہ ہو سکتا ہے، کہ ایسی بات خدا کی طرف سے ہی ہو۔ لیکن سوائے اس شخص کے جس پر یہ کیفیت طاری ہو، اور کسی کے لئے ایسا یقین حجت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس اکیلے شخص کے لئے بھی وہ اسی صورت میں حجت ہو سکتا ہے، اگر اس کو لفظی کلام بھی کبھی کبھی سُنایا جاتا ہو۔ مگر لفظی کلام جس طرح اس کے لئے حجت ہوتا ہے جس پر وہ نازل ہو، اسی طرح دوسروں کے لئے بھی حجت ہوتا ہے۔ اور ساری دنیا اس سے فائدہ اٹھاتی ہے، اور اس کے بغیر انسانی شکوک وشبہات کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔

خدا نے اپنے فضل کا دروازہ اس زمانہ میں بھی کھولا۔ اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ذریعہ اپنے لفظی کلام کے بے شمار نمونے دنیا کو دکھائے۔ اس لفظی کلام کو جو آپ پر نازل ہوا ایک بڑی کتاب کی شکل میں شائع کیا جا چکا ہے (دیکھیں کتاب تذکرہ) اس کے کئی حصے بڑی شان و شوکت سے پورے ہو چکے ہیں۔ کئی ہیں، جو اپنے وقت پر پورے ہوں گے۔ اور کئی ہیں، جو بار بار پورے ہوتے رہتے ہیں، اور ہوتے رہیں گے۔ لفظی کلام کا ایک نمونہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معیّن الفاظ میں الٰہی بشارتیں

آپؑ کے ایک محبوب صحابی حضرت میاں عبداللہ صاحب سنوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے، کہ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ ماموریت نہیں کیا تھا، کہ ۱۸۸۴ء میں حضور نے ارادہ فرمایا، کہ قادیان سے باہر جاکر کہیں چلّہ کشی کریں۔ پہلے ایک جگہ کے بارے میں ارادہ فرمایا، مگر آپ رُک گئے۔ اس کے بعد آپ نے ماہِ جنوری ۱۸۸۶ء میں ہوشیارپور جانے کا قصد کرلیا، اور روانہ ہوگئے۔ مَیں (یعنی حضرت میاں عبداللہ صاحب سنوری) اور دو اَور خادم بھی ہمراہ تھے۔ راستے میں دریا پار کیا۔ اثناءِ راہ میں کچھ باتیں آپؑ نے ہم سے ازراہِ نصیحت کیں۔ اور کچھ باتیں اشارۃً سمجھائیں، جو ہم میں سے ایک کے متعلق تھیں۔ یہ باتیں بعد میں پوری بھی ہوگئیں۔ ہوشیارپور پہونچتے ہی حضور نے ایک طویلہ کے بالاخانہ میں قیام فرمایا۔ اور بذریعہ دستی اشتہارات اعلان فرمادیا، کہ چالیس دن تک مجھے کوئی صاحب ملنے نہ آویں۔ اور نہ کوئی صاحب مجھے دعوت کیلئے بلائیں۔ نیز آپ نے ہم کو بھی حکم دیدیا۔ کہ ڈیوڑھی کے اندر کی زنجیر ہر وقت لگی رہے۔ اور گھر میں بھی کوئی شخص مجھے نہ بلائے۔ مَیں اگر کسی کو بلاؤں تو وہ اسی حد تک میری بات کا جواب دے، جس حد تک کہ ضروری ہے۔ اور بالاخانہ میں کوئی میرے پاس نہ آئے۔ میرا کھانا اُوپر پہونچا دیا جائے، مگر اس کا انتظار نہ کیا جائے، کہ مَیں کھانا کھالوں خالی برتن پھر دوسرے وقت لے جایا کریں۔ نماز مَیں اُوپر الگ پڑھا کرونگا۔ تم نیچے پڑھ لیا کرو۔ جمعہ کے لئے فرمایا۔ کہ کوئی ویران سی مسجد تلاش کرو، جو شہر کے ایک طرف ہو۔ اور جہاں ہم علیحدگی میں نماز ادا کرسکیں۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک باغ تھا، اس میں ایک چھوٹی سی ویران مسجد تھی، وہاں جمعہ کے دن حضور تشریف لے جایا کرتے تھے، اور ہم کو نماز پڑھاتے تھے اور خطبہ بھی خود ارشاد فرماتے تھے۔ حضرت میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں، کہ مَیں کھانا چھوڑنے اُوپر جایا کرتا تھا، اور حضور سے کوئی بات نہ کرتا تھا۔ مگر کبھی حضور مجھ سے خود کوئی بات کرتے تھے تو جواب دیدیتا تھا۔ ایک دفعہ آپؑ نے مجھ سے فرمایا۔ میاں عبداللہ! ان دنوں میں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالےٰ کے فضل کے دروازے کھلے ہیں۔ اور بعض اوقات دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

باتیں کرتا رہتا ہے، اگر ان کو لکھا جائے تو کئی ورق ہو جائیں۔ پھر ان الہامات میں سے وہ الہامات بھی ذکر فرمائے جو آپ کو ایک موعود پسر کے متعلق ہوئے۔ اور جن کا پورا ہونا آج ایک دنیا کے مشاہدہ میں آچکا ہے۔ (دیکھو سیرت المہدی حصہ اوّل مرتبہ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

اس بارے میں الہام الٰہی کے معیّن الفاظ سنیئے، کہ انہیں الفاظ میں خدا کے کلام کی شان ظاہر ہوتی ہے:۔

"مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں، اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرّعات کو سُنا، اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (یہی ہوشیار پور کا سفر ہے جس کا ذکر آچکا ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو **قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔** اے مظفر تجھ پر سلام........ تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں، کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے، اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔"

پھر ایک لڑکے کی بشارت ہے۔ اور اس کے بعد الہام کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اس کے ساتھ فضل ہے، جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین اور فہیم ہو گا، اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔
نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے ممسوح کیا،
ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر
ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا
اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اس سے برکت
پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔" (تذکرہ ص ۱۴۱-۱۴۲)
الہامی عبارت آگے چلتی ہے اور عظیم الشان ترقیات پر دلالت کرتی ہے۔

یہ کلام اپنے معیّن الفاظ کی وجہ سے اور اپنی کمال تفصیل اور ترتیب کے لحاظ سے ایک عظیم الشان کلام ہے جس کا اکثر حصہ معہ اس کی تفصیل کے ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتا دیکھ لیا ہے۔ یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معین الہامی الفاظ میں ایک خاص صفات والے اور خاص قسم کی ظاہری و باطنی استعدادوں والے فرزند کے متعلق فرمائی۔ اور آج اُسے خدا نے ہماری آنکھوں کے سامنے اس اولوالعزم وجود کی شکل میں پورا کر دیا، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا اور آپ کی قائم کردہ جماعت کا موجودہ امام ہے۔ اس کے ذریعہ دنیا اس پیغام کو قبول کر رہی ہے، جو پھر ایک دفعہ انسان کو خدا کے قریب کر رہا ہے۔ لفظی الہام کی شان کیسی اعلیٰ ہے۔ اب ہمیشہ کیلئے یہ الفاظ لوگوں کے ایمانوں کو تازہ کرتے رہیں گے، اور دُنیا ان سے فائدہ اٹھاتی رہے گی۔ اگر خالی یقین کا احساس ہوتا، اور الفاظ کچھ نہ ہوتے تو دوسروں کو کیا پتہ لگتا، کہ خدا نے کیا کہا تھا لیکن اب الفاظ کی صورت میں خدا کا یہ کلام ہمیشہ کیلئے حجت ہوگیا، اور ہر شخص جب چاہے ان پر غور کر کے اپنے ایمان کو تازہ کر سکتا ہے۔

خدا کے الہام کو محض خیالات اور مفہوم تک محدود کرنے والے صرف گاندھی جی ہی نہیں ہیں۔ بلکہ مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ سر سیّد احمد خاں صاحب علی گڑھی جنہوں نے مسلمانوں کی تعلیمی بہبود کیلئے بڑی مخلصانہ خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ بھی بد قسمتی سے لفظی الہام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے منکر تھے۔ اور اُن کا یہ خیال بھی دراصل اس زمانہ کی عام روحانی کمزوری ہی کا نتیجہ تھا۔

لفظی الہام کے انکار کا نتیجہ

افسوس ہے کہ مسلمانوں میں سے ایسے ایسے سمجھدار لوگوں نے بھی لفظی الہام کا انکار کر دیا، اور دل کے خیالات یا دل میں کسی بات کے متعلق جو فہم اور یقین پیدا ہو جائے اسی کو الہام الٰہی قرار دیا۔ حالانکہ اگر یہ عقیدہ قرآن شریف کے متعلق رکھا جائے تو اس کی شان بالکل کم ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس میں اور کسی دوسری ادبی کتاب میں کوئی خاص فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ پھر اس اعتراض کا بھی کوئی جواب ہمارے پاس نہیں رہتا، جو گاندھی جی اکثر پیش کرتے رہتے ہیں، اور جس کا جواب اس وقت سوائے قرآن شریف کے ماننے والوں کے اور کوئی نہیں دے سکتا، کہ ہر مذہب میں غلطی کا امکان ہے، کیونکہ ہر مذہبی پیشوا خدا سے بات سمجھ کر اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے، اور اپنے الفاظ میں بیان کرنے سے کچھ نہ کچھ غلطی کا امکان واقعی رہ جاتا ہے۔ پس اگر الہام کو لفظی نہ مانا جائے یا کم از کم اگر قرآن شریف کو لفظاً کلام الٰہی نہ مانا جائے تو وہ امان اور یقین جو مسلمانوں کو قرآن شریف کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے، اور جو ہر متلاشی حق کو اس پاک اور محفوظ کتاب میں مل سکتا ہے، وہ سب کافور ہو جاتا ہے۔ اور قرآن کی یہ خاص شان کہ ہر اختلاف میں ہم اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، اسے لفظی کلامِ الٰہی نہ ماننے سے اس کی یہ شان بھی قائم نہیں رہتی، اور نہ آئندہ زمانوں کیلئے ہم قرآن شریف کی وحی کو دنیا کے سامنے لطور حجت پیش کر سکتے ہیں۔

سر محمد اقبال کا نظریہ

اس غلطی کے علاوہ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں بالخصوص ان میں سے تعلیم یافتہ لوگوں میں ایک اور غلطی پھیل رہی ہے۔ (دیکھو سر محمد اقبال کے انگریزی لیکچر صفحہ ۱۱۹) اور وہ یہ ہے، کہ وہ کہتے ہیں کہ الہام اور وحی کی ضرورت اس وقت تک تھی، جب تک کہ نسل انسانی اپنی عقلی بلوغت کو نہ پہونچی تھی۔ اس وقت تک اس بات کی ضرورت تھی، کہ افراد کو زیادہ سوچ بچار پر مجبور نہ کیا جاتا، اور ان کو خود فیصلہ کرنے کی زحمت اور ذمہ واری سے بچایا جاتا۔ لیکن جب آہستہ آہستہ انسانی عقل بلوغت کو پہونچ گئی، تو پھر الہام اور وحی کی ضرورت نہ رہی،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا تعالیٰ کی صِفتِ تکلّم

اس کے متواتر جاری رہنے کی ضرورت اور فوائد

{ یہ وہ تقریر ہے جو جماعت احمدیہ کے مرکزی جلسہ سالانہ میں ۲۷ دسمبر ۱۹۴۱ء کی صبح کو پروفیسر محمد اسلم صاحب ایم۔ اے گورنمنٹ کالج لاہور نے کی }

صفاتِ باری تعالیٰ کا مضمون جماعت احمدیہ کا خاص مضمون ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے متعلق جو ایمان جماعت احمدیہ رکھتی ہے، وہ بصیرت پر مبنی ہے۔ یعنی روایتی ایمان نہیں، جو مرورِ زمانہ سے قومی عقائد کا جزو بن چکا ہے۔ بلکہ ایسا ایمان ہے، جس کی بنیاد مشاہدہ پر ہے، اور جو جمود کی حالت سے نکل کر زندگی کے آثار اختیار کر چکا ہے۔ اور یہی وہ ایمان ہے جس سے انسانی پیدائش کی غرض پوری ہو سکتی ہے۔

ایسے ایمان کے لئے ضروری ہے، کہ وہ محض مجمل نہ ہو۔ بلکہ اس ایمان میں باری تعالیٰ کی تمام صفات کا علم اور ان کے متعلق ایک اعلیٰ درجہ کا یقین بھی شامل ہو۔ اور یہ یقین اس کی ہر صفت کے متعلق ہو۔ ویسے تو کئی فلسفی ایسے مل جائیں گے، جو خدا کی ہستی کی تعلیم دیتے ہیں، اور اس کے وجود کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ اسی طرح کئی علماء ایسے مل جائیں گے، جو خدا تعالیٰ کے متعلق لوگوں کو اخلاص سے تلقین کرتے ہیں۔ لیکن ایسی تعلیم اور تلقین اجمال تک ہی رہتی ہے، اس سے آگے نہیں چلتی۔ حالانکہ اگر خدا ہے (جیسا کہ وہ واقعی ہے) تو پھر وہ اپنی تمام صفات کے ساتھ ہے اور اس کی ہر صفت کا علم اور اس کی ہر صفت پر ایمان ہونا چاہیئے۔ جو علم صفات پر حاوی نہیں وہ علم علم نہیں، اور جو ایمان صفات پر شامل نہیں وہ ایمان ایمان نہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور انسان کو اپنی عقل اور سمجھ سے کام لینے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہ خیال بھی اس زمانہ کی عام رُوحانی مایوسی کا ایک مظاہرہ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ عقلاً بھی یہ بات تسلیم کرنے کے قابل نہیں، کہ ہم خدا کو پکاریں، اس کے رب، مالک اور ہادی ہونے کا اقرار کریں، اس کی صفات کو گِن گِن کر اس کی تعریف بیان کریں، اس کے آگے تضرع اور گریہ وزاری سے اپنی ضروریات پیش کریں، اور وہ ہمیں جواب نہ دے۔ اور اپنے الہام سے ہماری تسلّی اور تسکین کے سامان مہیّا نہ کرے۔ حالانکہ ہدایت دینا اس نے اپنے ذمّہ رکھا ہے۔ اور ہمیں بتایا ہے، کہ جب تم خدا کی راہ میں کوشش کرو تو وہ ضرور تمہاری بات سُنے گا۔ اور تمہاری رہنمائی کرے گا۔ اور جب تم خدا کو اپنا رب کہکر پکارو، اور اس پر استقامت دکھاؤ، تو خدا تم کو بشارت دیتا ہے کہ مَیں فی الواقع موجود ہوں۔ پس باوجود اس کے کوئی ایسا خیال کیونکر رکھ سکتا ہے، کہ نسل انسانی کو عقلی بلوغت کے بعد الہام الٰہی کی ضرورت نہیں رہی۔ اگر غور کیا جائے، تو یہ خیال شریعت اسلام اور قرآنی تعلیم کی قدر و منزلت کو بھی سخت نقصان پہونچانے والا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اگر نسل انسانی کو عقلی بلوغت کے بعد مزید الہام کی ضرورت نہیں رہی، (ان لوگوں کا خیال ہے، کہ قرآن شریف کے نزول تک عقلی بلوغت حاصل نہ ہوئی تھی، لیکن قرآن شریف کے نزول کے ساتھ ہی عقلی بلوغت حاصل ہوگئی) تو ہوسکتا ہے، بلکہ لازمی ہے کہ اسی عقلی بلوغت کے نتیجہ میں کل کو کوئی "روشن ضمیر" قرآن شریف کی ضرورت سے بھی انکار کر دے اور یہ امرِ واقعہ ہے، کہ آجکل تعلیم یافتہ مسلمان بالعموم قرآنی تعلیمات کو اپنے لئے بوجھ سمجھتے ہیں۔ ابھی چند روز کی بات ہے۔ مجھے ایک معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ اور عربی کے بہت بڑے پروفیسر سے ایک سفر میں ملنے کا اتفاق ہؤا۔ دوران گفتگو میں انہوں نے کہا، کہ سود کو حرام قرار دینے سے مسلمان افلاس میں پڑ گئے ہیں۔ مَیں نے کہا، کہ آپ نے یہ عجیب بات کہی ہے۔ ہم تو سود کو حرام قرار دینا اسلامی تعلیم کا امتیاز سمجھتے ہیں ۔۔۔ ایسا امتیاز جس سے نہ صرف پرانے مذہبی فلسفے بلکہ وہ اقتصادی فلسفے بھی جنہوں نے زمانۂ حال میں سر نکالا ہے، اسلام کے مقابلہ میں عاجز ہو کر رہ گئے ہیں۔ کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں، کہ سود کو حرام کرنے سے اسلام نے اقتصادی عدم مساوات کو جڑھ سے کاٹ دیا ہے۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہر فرد کو کام اور محنت پر مجبور کیا ہے۔ اور دولت کو بند کرنے کے بجائے اس کو سوسائٹی میں چکر دینے کا انتظام کیا ہے۔ لیکن آپ اس کو مسلمانوں کی غریبی کی وجہ سمجھ رہے ہیں۔ پھر میں نے کہا، کہ سود چھوڑنے سے اب بھی مسلمان فائدے میں ہی رہتے ہیں۔ اور یہ فائدہ ان کو ایک کیریکٹر کی شکل میں ملتا ہے، جو دوسری قوموں کو نہیں ملتا۔ رہا ان کا افلاس۔ سو اس کی وجوہ اور ہیں، ترک سود نہیں۔ میری یہ تقریر سُنکر وہ کچھ حیران سے ہوئے، کہ میں تعلیم یافتہ ہو کر اس زمانہ میں قرآن شریف کی تعلیم کی تائید کرتا ہوں۔ اب دیکھیئے، قرآن شریف کو تو وہ بھی مانتے تھے۔ مگر قرآن شریف کی حرمتِ سود کی تعلیم ان کی عقل میں نہ آتی تھی۔ اور اس بات کے لئے وہ تیار معلوم نہ ہوتے تھے، کہ ایک بات کو صرف اس وجہ سے مان لیا جائے کہ اُسے قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔ اگر عقل انسانی اصل چیز ہے، جس کی طرف دنیا کی ترقی کا میلان ہے، تو پھر یہ عقل ایک دن قرآن شریف کو بھی ضرور جواب دے گی۔

عملاً تو قرآن شریف کو جواب مل ہی چکا ہے، کیونکہ آجکل تعلیم یافتہ مسلمان خدا کے متعلق بحث کرتے ہیں۔ وحی خصوصًا لفظی وحی کے متعلق جو خدا کے کلام کی ممتاز صورت ہے بحث کرتے ہیں۔ پھر ملائکہ کے متعلق بحث کرتے ہیں۔ اسی طرح بعث بعد الموت کے متعلق بحث کرتے ہیں۔ اور تمدّنی مسائل میں ان کا طریق یہ ہو گیا ہے، کہ وہ پہلے ایک بات کا فیصلہ کر لیتے ہیں، کہ یوں ہونا چاہیئے۔ پھر قرآن شریف سے اس کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا اپنے نفسوں کو جھوٹی تسلّی دیتے ہیں، کہ ان کا عمل قرآن شریف کے مطابق ہے۔ اور فیصلہ بھی عقل اور مشورہ کے ماتحت نہیں، بلکہ یورپین تمدّن سے مرعوب ہو کر کرتے ہیں۔ اور اس میں بھی کوئی قیام اور استقلال نہیں ہوتا۔ آج اگر ایک جگہ ہیں، تو کل دوسری جگہ۔ ہر روز اسلامی تمدن اور اسلامی شعار سے بہر حال دُور ہی جا رہے ہیں۔ ہاں زبان سے قرآن شریف سے عقیدت کا اظہار بھی جاری ہے لیکن یہ کب تک؟ جب دلوں کے اندر یہ یقین اور ایمان نہ ہو گا، کہ قرآن شریف کا ایک ایک لفظ ہماری اور کل دنیا کی بہبود اور بہتری کے لئے ہے، ہم پیچیدہ مشکلات کے وقت قرآن شریف کی طرف رجوع نہیں کرینگے، اور نہ قرآن شریف کے فہم کے متعلق اگر اختلاف ہو گا تو اسے حل کرنے کیلئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے بتائے ہوئے اِس طریق پر عمل کریں گے، کہ تم اپنے رب کو سمجھکر پکارو، وہ تمہیں تسلّی دیگا، اور صحیح راستہ بتادیگا۔ اس زمانہ میں کئی قسم کے اختلافات مسلمانوں میں قرآن شریف کے فہم کے متعلق پائے جاتے ہیں۔ کیا باوجود عقلی بلوغت کو پہونچنے کے مسلمانوں نے ان اختلافات کو حل کرلیا ہے؟ پھر تعلیم یافتہ کہلانے والے مسلمان بالعموم اسلام سے غافل ہیں۔ کئی ہیں جو اپنے اعمال سے اسلامی تعلیمات سے بیزاری کا اعلان کرتے رہتے ہیں۔ کئی ایسے بیباک ہیں، جو مُنہ سے بھی بیزاری کا اظہار کرتے رہتے ہیں یہ سب نظارے عرصہ سے ان علماء اور فلسفیوں کے سامنے ہیں، جو سمجھتے ہیں، کہ اب ان سب مشکلات کو حل کرنے کے لئے انسانی عقل کافی ہے، الہام کی ضرورت نہیں۔ لیکن کیا انہوں نے ان مصیبتوں کا علاج کرلیا ہے؟ اصل بات یہ ہے، کہ الہام کی ضرورت اور لفظی الہام کی ضرورت ہر زمانے میں ہے اور آئندہ بھی کبھی اپنے آپ کو اس سے بے نیاز سمجھنا اپنی ایمانی کمزوری پر پردہ ڈالنا ہے، اور اپنے نفسوں کو دھوکہ میں ڈالنا ہے ؛

قرآن شریف سے انسان کے رُوحانی ارتقاء کی تکمیل

اس میں کوئی شک نہیں، کہ قرآن شریف کے نزول سے انسان کے رُوحانی ارتقاء کی تکمیل ہوئی ہے۔ لیکن وہ تکمیل ان معنوں میں نہیں ہوئی، جن معنوں میں مسلمانوں کا یہ طبقہ سمجھتا ہے، کہ قرآن شریف کے بعد الہام اور وحی کا سلسلہ مطلقاً بند ہوگیا ہے۔ کیونکہ اگر الہام اور وحی کا سلسلہ مطلقاً بند ہوجائے تو خدا کی صفتِ تکلّم میں تعطّل لازم آتا ہے۔ اور صفتِ تکلّم میں تعطّل سے خدا کی صفتِ ہدایت میں تعطّل لازم آتا ہے۔ اور یہ دونوں قسم کے تعطّل خدا کی شان سے بالکل بعید ہیں۔ پس انسان کے روحانی ارتقاء کی تکمیل کی یہ تعبیر صحیح نہیں۔

انسان کے روحانی ارتقاء کی تکمیل جو قرآن شریف کے ذریعہ ہوئی، وہ ٹھیک اسی طرح ہوئی ہے جس طرح اس کے جسمانی ارتقاء کی تکمیل ہوئی۔ انسان کو خدا نے تدریجاً ترقی دے کر موجودہ جسمانی ساخت تک پہونچایا ہے۔ اور جب سے وہ اپنی موجودہ جسمانی ساخت کو پہونچا ہے (اور اس پر خدا جانے کتنا عرصہ گذر چکا ہے) اس کا جسمانی ارتقاء بند ہوچکا ہے۔ اس جسمانی ساخت میں انسان کا دماغ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے اعصاب اور باقی تمام اعضا اور ان کی مخصوص شکلیں شامل ہیں۔ یہ ساخت اب ایک لمبے عرصہ سے تبدیل نہیں ہو رہی۔ اسی ساخت کے ماتحت انسانی فکری ترقی جاری ہے۔ اور اس فکری ترقی کو جاری رکھنے کے لئے یہی جسمانی ساخت کافی ہے۔ اسی جسم، اسی دماغ اور انہی اعصاب سے آئندہ انسان فکری عجائبات دکھاتا چلا جائیگا۔ اور یہ خود خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کی ایک زبردست تجلّی ہے، کہ جسمانی ترقی کو پایۂ تکمیل تک پہونچا کر انسان کی فکری ترقی کا راستہ کھول دیا ہے۔ انسان کے روحانی ارتقاء کا بھی ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔ اس کا ظاہر تو قرآن شریف ہے۔ لیکن اس قرآن شریف کی برکت سے جو باطنی فیوض دنیا کو ملتے ہیں، وہ ہمیشہ جاری رہیں گے۔ اور ہر زمانہ جو آئیگا، وہ قرآن شریف کی شان کو دوبالا کرنے والا ہوگا۔ قرآن شریف کے ذریعہ اس تعلیم کو جو انسان کے لئے تا ابد کافی اور ضروری ہے، معیّن الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اب ان الفاظ میں ترمیم یا ترقی کی گنجائش نہیں۔ لیکن ان الفاظ سے جو علوم اور معارف نکلتے ہیں، اور آئندہ نکلتے رہیں گے، ان کی کوئی انتہاء نہیں۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے، کہ ابھی کیا کیا علوم ہیں، جو اسی قرآن شریف سے دنیا کو ملنے والے ہیں۔ ہاں یہ علوم بھی اللہ تعالیٰ ہی بندوں کو سکھائیگا۔ جس طرح قدرت کے عجائبات کے متعلق خدا تعالیٰ ہی الہام کرتا ہے، تو بندوں کو ان کے اسرار پر کچھ اطلاع ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کے عجائبات پر بھی اللہ تعالیٰ ہی الہام کے ذریعہ لوگوں کو اطلاع دیا کرے گا۔ یہ ہے وہ روحانی ارتقاء جس کی تکمیل قرآن شریف کے ذریعہ ہو چکی ہے۔ لیکن جس کی برکات ابد الآباد تک دنیا کو حاصل ہوتی رہیں گی۔

فلسفیانہ شکوک مذہبی لیڈروں کے شکوک کے علاوہ خالص فلسفیانہ شکوک بھی خدا کی صفت تکلّم کے بارے میں بیان کئے جاتے ہیں۔ میرے پاس ان سب کو بیان کرنے کے لئے وقت نہیں۔ مَیں نے مذہبی لیڈروں کے شکوک پہلے بیان کئے ہیں۔ اور ان کو مقدم رکھا ہے۔ یہ اس لئے کہ مذہبی تعلیمیں پانی کی مانند ہیں، جس سے دوسری آلائشیں دھوئی جاتی ہیں۔ اگر پانی ہی مکدّر ہو، تو اس سے کسی دوسری آلائش کو کیا دُور کر سکیں گے۔ سوادّل ضرورت یہ ہے کہ دنیا کے مذہبی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیڈروں کے خیالات میں صحت اور صفائی پیدا کی جائے۔ اگر وہ یقین اور خدا کی شناخت کا سچا راستہ اختیار کرلیں، اور اس کے فضلوں کو اپنی مایوسی سے بند نہ کریں، تو فلسفیانہ شکوک اور شبہات کا ازالہ یکدم ہوسکتا ہے۔ فلسفی تو ضرور اندھیرے میں ہے وہ سوائے اعتراض کے اور کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ فلسفیانہ اعتراض تاریکی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کا اثر عام طبیعتوں پر اسی وقت تک رہتا ہے، جب تک خدا کا نور خدا کے کلام کی شکل میں اتر نہ چکا ہو۔ اب مثلاً یہی اعتراض جس کو اکثر فلسفیانہ مجالس میں دُہرایا جاتا ہے، کیا حقیقت رکھتا ہے، کہ اگر خدا کلام کرتا ہے، تو کیا اس کی کوئی زبان بھی ہے؟ ہم معترض سے پوچھتے ہیں، کہ کیا خدا دیکھتا اور سنتا بھی ہے یا نہیں؟ کئی فلسفی خدا کے متعلق مانتے ہیں، کہ وہ دیکھنے اور سُننے والا تو ضرور ہے۔ لیکن اس بات کو ماننے میں عذر کرتے ہیں، کہ وہ بولتا بھی ہے۔ حالانکہ اگر بولنے کے لئے زبان کی ضرورت ہے تو دیکھنے کے لئے آنکھ اور آنکھ کے تمام لوازمات کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سننے کے لئے کان اور کان کے تمام عضو یاتی لوازمات کی ضرورت ہے۔ پس یہ اعتراض کہ کلام الٰہی کے ماننے سے خدا تعالےٰ کی زبان ماننی پڑتی ہے، نہایت بودا اعتراض ہے۔ کیونکہ ہمیں دیکھنا چاہیئے، کہ خدا کی صفات کے ظہور کا ہمیں ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ اگر ملتا ہے تو بہر حال اس کے سامان بھی خدا کی صفات میں موجود ہوں گے۔ اور بولنے کے متعلق مشکلات اس زمانہ میں پیدا کرنا تو سخت نادانی ہے۔ کیونکہ آج یہ ثابت ہوگیا ہے، کہ فضا میں جو لہریں پیدا ہوتی ہیں، وہی لہریں آوازوں میں منتقل ہوجاتی ہیں۔ جو باتیں ریڈیو پر لوگ روزانہ سنتے ہیں، یہ لہروں میں منتقل کرکے پہونچائی جاتی ہیں۔ زبان کے متعلق جو علمی بحثیں آجکل ہوتی ہیں۔ ان میں بھی یہ بیان کیا جاتا ہے (گو ابتداء ہر چیز کی، کیا زبان کی اور کیا کسی اور انسانی جوہر کی، ایک ایسا معمہ ہے، کہ خدائی تصرّف کو پائے بغیر اس کو علمی طور پر حل کرنا محال ہوجاتا ہے) کہ زبان کی ابتداء ان آوازوں سے ہوتی ہے، جو کائنات میں پائی جاتی ہیں۔ ان آوازوں کو انسان نے نقل کیا، اور اس سے انسانی زبانوں کی بنیاد پڑگئی۔ یہ خیال صحیح ہو یا غلط، بہر حال اس سے یہ تو معلوم ہوجاتا ہے، کہ خالق کائنات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے بامعنی آوازیں پیدا کرنے کے وافر سامان کر رکھے ہیں۔ ہاں ان سامانوں پر تصرف رکھنے والے اور انکو کام میں لاتے والے کی مرضی ہے۔ اور پھر ان سے پیدا شدہ آوازوں کے سُننے والوں کی ضرورت۔

الہامی تعلیمات میں اختلافات کی وجہ

ایک اور اعتراض یہ کیا جاتا ہے، کہ اگر خدا نے ہر زمانہ میں اپنی آواز سنائی ہے، تو پھر الہامی تعلیموں میں اختلاف نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کا جواب اب علمی طور پر ہی دیا جا سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اب نئی علمی تحقیقات کا میلان یہ ہے، کہ ابتداء میں ہر تعلیم توحید پیش کرتی رہی ہے۔ یہانتک کہ وحشیوں کے مذہب کے متعلق بھی جو تحقیقات ہوئی ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ وہ بھی توحید پر ہی قائم تھے۔ ہاں مرورِ زمانہ سے توحید کا عقیدہ کمزور ہوتا رہا۔ لیکن کمزور ہونے کے بعد پھر طاقت پکڑتا رہا۔

کئی لوگ اب یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، کہ ویدوں میں بھی توحید ہے، اور انجیل کی تثلیث بھی توحید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ الہامی تعلیموں میں ایک زبردست باہمی اشتراک ہے، اور اختلاف جو کچھ ہوا ہے، وہ خدا کے کلام میں نہیں، بلکہ انسانوں کی سمجھ اور ان کی نیتوں میں ہوا ہے۔ پھر کچھ اختلاف ضروریاتِ زمانہ کی وجہ سے بھی ہے۔ یعنی ایک زمانہ میں ایک تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے، مگر دوسرے زمانہ میں اس کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تعلیم اور ہدایت کو قرآن شریف کی صورت میں مکمل نہ کر دیا۔ اس پر کوئی کہہ سکتا ہے، کہ قرآن شریف کے ماننے والوں میں بھی تو اختلاف ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے، کہ یہ اختلاف اول تو شدید اختلاف نہیں ہوتا۔ خدا تعالےٰ نے انسان کو آزاد بنایا ہے۔ اور ایک حد تک اس کی رہنمائی کر کے اس کو چھوڑ دیا ہے، کہ وہ اپنے آپ اس کے کلام کے مغز کو سمجھے۔ اس سے یہ اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے، کہ الہام سے انسان کی اپنی دماغی ترقی رُک جاتی ہے۔ کیونکہ اگر انسان کی اپنی دماغی ترقی رُک جاتی ہو، تو پھر شریعت کے منشاء کے متعلق یہ اختلاف کیوں؟ معلوم ہوا کہ کچھ اختلاف انسان کے اپنا آزاد فکر استعمال کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور آزاد فکر انسان کی اپنی دماغی ترقی کیلئے ضروری ہے۔ ہاں کبھی اختلاف شدید بھی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں ہے۔ جس کا نتیجہ یہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو رہا ہے کہ چند مسلمان بھی ایک لمبے عرصہ کیلئے کسی بات پر جمع نہیں ہو سکتے۔ جب بھی ایسا ہوتا ہے، خدا اس کو الہام کے ذریعہ دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اس زمانہ میں اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حَکَم اور عدل بنا کر کیا۔ چنانچہ جماعت احمدیہ میں وہ تمام فروعی اختلافات مٹا دیئے گئے ہیں، جو عام مسلمانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کئے ہوئے ہیں۔ گویا اختلاف پیدا اس وقت ہوتے ہیں جب الہام سے بُعد ہو جاتا ہے۔ اور مٹتے ہیں تو الہام کے ذریعہ۔

خلاصۂ کلام خلاصہ یہ ہے، کہ الہام کے ذریعہ ہی انسان نے سفلی زندگی اور جہالت سے ترقی کر کے اخلاق اور عرفان حاصل کیا۔ الہام کے ذریعہ ہی اس کی ہدایت کی تکمیل ہوئی۔ اور آئندہ الہام کے ذریعہ ہی وہ اس ہدایت سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہوگا۔ ہر زمانہ میں کچھ ایسے امراء اور علماء پیدا ہو جاتے ہیں، جنہوں نے لوگوں کے اموال اور عقائد پر ایسا تصرف کر رکھا ہے جس کا حق ان کو ہرگز نہیں ہوتا۔ الہام کے ذریعہ خدا تعالیٰ ایک نیا معیار قائم کرتا ہے۔ اور وہ جو عزت کے لائق ہوتا ہے، اس سے جدا کر دیا جاتا ہے، جو عزت کے لائق نہیں ہوتا۔ اور وہ جو حق بات کہتا ہے اس سے جدا کر دیا جاتا ہے، جو حق بات نہیں کہتا، بلکہ حق کو چھپا رہا ہوتا ہے۔ یہ نیا معیار اور نیا امتحان خدا کا الہام ہی قائم کر سکتا ہے۔ پس یہ بھی ایک زبردست ضرورت الہام کی ہے جو ہر زمانہ میں پیش آتی رہتی ہے۔ اور جو الہام کے ذریعہ ہی پوری ہو سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام ہمارے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زندگی بخش پیغام موجود ہے۔ آپؑ نے دنیا کو یہی پیغام دیا، کہ تمہارا یہ کہنا کہ پہلے خدا اپنے تئیں ظاہر کیا کرتا تھا، اور اب ایسا نہیں کرتا، یہ غلط ہے۔ اس پیغام میں آپ نے دنیا کے تمام مذاہب اور طبقوں کو مخاطب کیا، اور کہا، کہ آج بھی خدا اسی طرح انسان کے قریب ہے جس طرح وہ پہلے زمانوں میں تھا۔ آج بھی اس کی تجلیاں ویسے ہی ظاہر ہو رہی ہیں، اور وہ ویسے ہی انسانوں سے کلام کرتا ہے، جیسا کہ پہلے زمانوں میں ہوتا رہا ہے۔ اسی زندگی بخش پیغام اور اس کے ساتھ آپ کے اپنے یقین نے جو آپ کو الہام کے ذریعہ حاصل ہوا، ہم سب کو یقین اور ایمان سے بھر دیا ہے۔ اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغام کو میں آپؑ کے ان اشعار سے دُہرا دیتا ہوں:۔

ہے غضب کہتے ہیں اب وحیٔ خدا مفقود ہے
اب قیامت تک ہے اِس امّت کا قِصّوں پر مدار

یہ عقیدہ برخلافِ گفتۂ دادار ہے
پر اُتارے کون برسوں کا گلے سے اپنے ہار

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

گوہرِ وحیٔ خُدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
اک یہی دیں کے لئے ہے جائے عزّ و افتخار

یہ وہ گُل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مشکِ تتار

یہ وہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں رُوئے نگار

بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے
بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار

ہے خدا دانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
محض قصّوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار

خالص شہد، کستوری اور زعفران منگانے کا پتہ:۔
چوہدری عبدالحلیم معرفت حضرت مولوی شیر علی صاحب قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اِسلامی کلچر کی رُوح

تہذیبی (کلچرل) اتحاد کیلئے ایک زبردست بُرہان

(۲)

(از خان بہادر مولوی عطاء الرحمٰن صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر محکمہ تعلیم آسام)

ہمارے اُوپر کے بیان سے یہ بات بالکل ظاہر ہو جاتی ہے، کہ اسلام کی اٹل وحدانیت نے، کہ وہ خود ایک بہت بڑا ذریعۂ اتحاد ہے، اسلام کے انسانی تصوّر کو بہت بلند اور اس کے ذہنی افق کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ اس نے عالمگیر برادری کے اصل کو تسلیم کرتے ہوئے انسانوں اور جماعتوں کے درمیان مصنوعی امتیازات کو بالکل مٹا دیا ہے۔ اور انسانوں کو پرکھنے کے اور ہی معیار قائم کر دیئے ہیں، جن کی بنیاد نیکی اور تقویٰ اللہ پر ہے۔ اس لئے دوسرے انسانوں کے متعلق (خواہ ان کا رنگ قومیت اور عقیدہ کچھ بھی ہو) مسلمانوں کا رویہ بہت روادارانہ ہے۔ تاہم رواداری ایسی نیکی ہے، جو اپنے اندر منفی (Negative) پہلو رکھتی ہے۔ علم کے ساتھ قدرشناسی اور قدردانی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام نے علم کو حاصل کرنے اور پھیلانے کے لئے تحقیق کی اِس رُوح کو اُبھارا ہے، اور اسے حاصل کرنا ایک مذہبی فریضہ قرار دے دیا ہے۔ اس قسم کے "قوانین نے، جن کے ساتھ ایک جامد وحدانیت کی طاقت شامل تھی، ایک شاہ زور قوم کی طاقتوں کو واگذاشت کر دیا، جنہیں اُس (قوم) نے عظیم الشان اسلامی کلچر کے بنانے میں صرف کیا۔ یقیناً اسلام نے اپنی تمام تاریخ میں ایک زبردست تمدنی طاقت کے طور پر کام کیا ہے۔ سی۔ ایف۔ اینڈ ریوز آنجہانی لکھتے ہیں، کہ "اسلام جہاں کہیں بھی مسلمانوں کی برادری کے تصور کو لیکر گیا، اس نے ان تمام لوگوں کی حیثیت اور انسانی بزرگی کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معیار کو بلند کر دیا، جنہوں نے اسے بطور ایک زندہ مذہب کے قبول کیا۔"

خود ہمارے ملک میں جب مسلمان آئے، تو قدیم ویدک تہذیب کے بچے کھچے نشانات پائے جاتے تھے۔ بدھ مت کا آفتاب غروب ہو چکا تھا، اور ملک میں برہمن ازم کا طوطی بول رہا تھا، اچھوتوں پر اپنی تمام جابرانہ سختیوں کے ساتھ ذات پات کا نظام قائم تھا۔ اسلامی اور ہندی تمدّن کے اس اساسی اختلاف نے کہ ایک کی بنیاد خالص توحید پر ہے اور دوسرے کی ترکیب میں صنم پرستی یا وحدت وجودی پائی جاتی ہے۔ ایک میں انتہائی درجہ کی جمہوریت ہے، اور دوسرے میں نسلی سلسلۂ مدارج، بسا اوقات ایسے ثقافتی امتزاج کے راستہ میں ناقابل حل مشکلات پیدا کر دیں، جو دوسرے آریائی ملک یعنی ایران میں ہو چکا تھا۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کے چند ابتدائی حملوں نے اسلام کے خلاف منافرانہ جذبات پیدا کر دیئے، اور اس تصوّر کو قائم کر دیا، جس کی نسبت ہم سب جانتے ہیں کہ وہ حد درجہ غلط ہے۔ یعنی یہ کہ اسلام کے تصورات جنگجویانہ ہیں، اور وُہ ہندوستان میں ظالمانہ در اندازی کا مؤیّد ہے۔ اس روشنی کے زمانہ میں بھی ہمیں اخبار نویسوں کی اِدھر اُدھر کی ایسی تحریریں مل جاتی ہیں، جن میں اِس قسم کی رائے کا اظہار ہوتا ہے، جس سے عیاں ہو جاتا ہے، کہ وہ ساری پوزیشن کو بالکل غلط سمجھے ہیں۔ ایسی غیر ذمہ دارانہ آراء ان دنوں میں تو خاص طور پر نقصان رساں ہیں، جبکہ ہم سب یہ کوشش کر رہے ہیں، کہ ہندوستان میں فرقہ دارانہ امن اور کلچرل ہم آہنگی قائم ہو جائے۔ ہر چند کہ گذشتہ سالوں میں ایسی کتابوں کی ایک کافی تعداد شائع ہوئی ہے، جن میں ہندو اور مسلمانوں کے کلچرل تعلقات کے بہت سے پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ پھر بھی ایک دوسرے کی کلچرل تاریخ سے بہت حد تک ناواقفیت پائی جاتی ہے اور یہ اعتراف کرنا چاہیئے، کہ دونوں قوموں کے درمیان اختلافات کو بڑھانے کا یہ کوئی معمولی سبب نہیں۔ مسٹر ایم۔ این رائے نے اپنی مشہور کتاب "اسلام کا تاریخی کار منصبی" "Historical Role of Islam" کے دیباچہ میں بالکل سچ لکھا ہے، کہ "یقیناً ایسی کوئی دُوسری مثال نہیں مل سکتی، کہ کوئی دو قومیں ایک ہی ملک میں اتنے لمبے عرصہ تک اکٹھی رہی ہوں۔ اور دونوں ایک دوسرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فی زمانہ کسی شخص سے بات کر کے دیکھ لیں، جہاں تک خدا تعالیٰ کا مجمل ذکر ہو، وہ ہاں میں ہاں ملاتا چلا جائیگا۔ لیکن جہاں صفات کا ذکر ہوگا، اور یہ سوال ہوگا، کہ تم خدا کو واقعی خالق مانتے ہو یا نہیں، واقعی قادر مانتے ہو یا نہیں، واقعی دعاؤں کا سُننے والا اور ان کو قبول کرنے والا مانتے ہو یا نہیں، تو اِس کرید سے معلوم ہوگا، کہ در اصل اس کے دل میں بہت سے شکوک و شبہات موجود ہیں، اور اس کا یہ کہنا کہ وہ وجود باری کا قائل ہے، کسی بصیرت پر مبنی نہیں۔ بلکہ روایتی رنگ میں ہے، اور اس نے خدا کو ماننے کی حقیقت کو نہیں پایا۔

اس زمانہ میں جماعت احمدیہ نے خدا کے فضل سے اپنے مقدس بانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل آپ کی روحانی تاثیر اور آپ کے نمونہ سے خدا پر بصیرت والا ایمان حاصل کیا ہے۔ اس واسطے جماعت احمدیہ جب خدا کو پیش کرتی ہے تو اُسے اس کی صفات کے ساتھ پیش کرتی ہے، اور اس کی کسی صفت کا انکار اُس حد تک خدا کا انکار گردانتی ہے۔ اسی لئے مَیں نے کہا ہے، کہ صفات باری تعالیٰ کا مضمون جماعت احمدیہ کا خاص مضمون ہے۔

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وجود باری کے متعلق جہاں اور دلائل دیئے ہیں وہاں سب سے بڑی دلیل آپؑ نے یہ دی ہے، کہ آج بھی خدا تعالیٰ کی تمام صفات کا مشاہدہ ہوسکتا ہے اور خدا کا وجود ایک قصۂ ماضی نہیں۔ بلکہ خدا ایک زندہ ہستی ہے، جس کی صفات آج بھی اسی طرح جلوہ گر ہو رہی ہیں، جس طرح پہلے زمانوں میں ہوتی رہی ہیں۔ اور اس میں کیا شک ہے، کہ جبتک ایسا نہ کیا جاتا، وجودِ باری کے بارے میں اس زمانہ کے شکوک و شبہات کا ازالہ نہیں ہوسکتا تھا۔

خدائی صفات میں غالبًا سب سے زیادہ نمایاں صفت ــــ یعنی اللہ تعالےٰ اور بنی نوع انسان میں تعلق پیدا کرنے اور انسان کے دل میں خدا پر یقین پیدا کرنے کے لحاظ سے سب سے نمایاں صفت ــــ صفتِ تکلّم ہے۔ اس صفت سے مراد یہ ہے، کہ اللہ تعالےٰ اپنا وجود انسان سے چھپائے نہیں رکھتا۔ بلکہ اس صفت کے ذریعہ ظاہر کرتا رہتا ہے۔ بے شک خدا پردہ میں ہے اور لوگ اسے ظاہری آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے، لیکن پھر بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں، کہ وہ اپنے آپ کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے کلچر کی اس درجہ ناقدر شناس ہوں"

مسٹر رائے آگے چلکر لکھتے ہیں کہ "آج ہم ہندوستانیوں اور بالخصوص ہندوؤں کے لئے اسلام کے تاریخی کارِ منصبی کو نیز اُس حصّہ کو جو اسلام نے تہذیب انسانی کی تعمیر میں لیا ہے، صحیح طور پر سمجھنے کے سوال نے ایک نہایت زبردست سیاسی اہمیت حاصل کرلی ہے۔"

ہم اِس پر صرف یہ اضافہ کرنا چاہتے ہیں، کہ ہندی مسلمانوں کو قدیم ہندو کلچر کو اسی نظر سے دیکھنا چاہیئے جس نظر سے انہوں نے مصر اور ایران کے پُرانے کلچروں کو دیکھا۔ انہیں ہندوؤں کی تہذیب کو اسی رُوح سے سمجھنا اور اس کی قدر کرنی چاہیئے، جو ان کے غیر متشدد مذہب (اسلام) اور روشن تمدن کے شایانِ شان ہے۔

اسی سلسلہ میں ہم کو یہ بیان کرنے میں کوئی معذرت پیش کرنے کی ضرورت نہیں، کہ آپ کے نہایت واجب الاحترام وائس چانسلر نواب مہدی یار جنگ بہادر نے اگلے روز ہی اندھرا یونیورسٹی کے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد کے موقعہ پر اپنے خطبہ میں ایک نفیس نکتہ بیان کیا، جبکہ انہوں نے کہا کہ "ہندو مسلم تہذیبوں کے باہمی اتصال سے پیدا شدہ ایک کامل ہم آہنگی تاریخ کے سب سے دلچسپ واقعات میں سے ہے۔ مسلمان اپنے ساتھ بو دو ماند کا جداگانہ طرز لائے۔ اور خوراک و لباس وغیرہ معاملات میں انہوں نے نفاستیں پیدا کیں اور مال و قضا کے نظام قائم کئے۔ نیز ایسے درباری آداب مقرر کئے، جن کی پیروی آجتک ہندوستانی درباروں میں کی جاتی ہے۔ مزید برآں اسلامی حکومت نے اُس وقت کی معاشرتی زندگی اور مذہبی خیالات کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ اس کا رجحان ہندو اور مسلم اعتقادات کے مابین باہمی مفاہمت پیدا کرنے کی طرف تھا۔ اس طرح ہندوؤں میں وہ مذہبی لیڈر ملک کے ہر دو حصوں ــــ شمال و جنوب ــــ میں پیدا ہوئے، جنہوں نے ایسے فرقے قائم کئے، جو کم و بیش موحّد خیالات کے تھے۔ اور اکثر ہندو مسلمان اولیاء کی تعظیم مسلمانوں ہی کی طرح کرتے تھے۔ ایسے مذہبی مصلحین کی مثالوں میں راما نند اور کبیر کو شمال میں اور واسو (لنگایت فرقہ کے بانی) کو جنوب میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں نے بھی اپنی جگہ ہندوؤں کے بہت سے طور طریقوں مثلاً رسوم شادی، تہوار، میلوں ختنی کر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بعض مقبول عام اوہام کو بھی اختیار کر لیا۔

پیشتر اس کے کہ ہم اس اثر کو کسی قدر تفصیل سے بیان کریں، جو اسلام نے ہندوستانی زندگی اور خیال پر کیا ہے۔ ہم اس قابلِ افسوس غلط فہمی کو دُور کرنا چاہتے ہیں، جو بعض حلقوں میں پائی جاتی ہے، کہ اسلام ہندوستان میں مسلمان حملہ آوروں کے ساتھ داخل ہوا۔ ہندوستان میں نئے خیالات کا بہاؤ درحقیقت فوجی حملوں سے بہت قبل شروع ہو چکا تھا۔ عربوں کو اسلام کے ابتدائی زمانہ ہی سے ــــ اور بعض محققین کے قول کے مطابق زمانہ ماقبل اسلام ہی سے ــــ سمندری تجارت کی اجارہ داری حاصل تھی۔ اور ہندوستانی باشندوں سے بھی ان کے تجارتی تعلقات قائم تھے۔ ان تعلقات نے اسلام کو مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ بالخصوص مالا بار میں پھیلنے میں بہت مدد دی۔ عرب تجار بصرہ سے، جو اُس وقت تجارت کا کامیاب مرکز تھا، روانہ ہو کر کراچی اور سُورت کے راستہ سے مالا بار کے ساحل تک پہونچتے تھے۔ ان میں سے اکثر نے اِس ملک میں شادیاں کر لیں۔ اور یہیں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔ ملک کے اصلی باشندوں نے ان تاجروں کا ان کی صاف زندگی اور اعلیٰ کلچر کی وجہ سے خیر مقدم کیا۔ حاکموں کے پاس بھی انہیں رسُوخ حاصل تھا۔ کیونکہ وہ دیانتداری سے ملک کے اندرونی نظم ونسق میں مداخلت سے مجتنب رہتے تھے۔ اِن تجار کی یہ پُرامن رہائش اُن تجارتی تعلقات سے ملکر جو مقامی باشندوں کی خوشحالی کا باعث ہوئے، ان نہایت زبردست حقائق میں سے ایک ہے جو ہندوستان میں اسلام اور اس کے تمدّنی اصول کے پھیلانے میں ممد ہوئے۔ مسلمانوں کے ابتدائی حملوں کے باوجود ملکی باشندوں کے مسلمانوں سے یہ دوستانہ تعلقات قائم رہے۔ مسعودی اور ابن حوقل ہردو نے، جو ہندوستان میں دسویں صدی میں آئے، ہندو حکمرانوں کی مسلمانوں سے گہری دوستی کی تعریف کی ہے۔ ہمارے پاس یہ چیز بھی ریکارڈ میں موجود ہے، کہ سدھیراج نے بارھویں صدی کے شروع میں کھمبائت کے ہندوؤں کو مسلمان سوداگروں پر حملہ کرنے کی وجہ سے سزا دی تھی، اور حکم دیا تھا، کہ مسلمانوں کو مساجد بنانے کے لئے سرکاری خزانہ سے روپیہ دیا جائے۔

عرب تاجروں کے علاوہ مسلمان اولیاء اور درویشوں نے بھی اپنی پاکیزہ زندگی کے سبب عوام الناس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں کافی اثر حاصل کر لیا تھا۔ اور وہ بھی اپنے وعظ اور نمونہ سے اس ملک میں اسلام کی اشاعت کا باعث ہوئے۔

گیارھویں صدی کے نامور بزرگ۔

حضرت داتا گنج بخشؒ پنجاب میں ایک بڑی تعداد کو مسلمان بنانے کا موجب ہوئے۔ اسی صدی میں مشہور صوفی خواجہ فریدالدین عطارؒ کے ذریعہ بھی ہندوستانیوں کی بڑی جماعت نے اسلام قبول کیا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ سجستانی (المتوفّی ۱۲۳۶ء) نے راجپوتانہ، صوبجات متحدہ اور دکن میں تبلیغی ادارے قائم کئے، حضرت نظام الدین اولیاء نے دہلی میں، قطب جلال الدین نے آگرہ میں، حضرت مخدوم علی صابر نے رڑکی میں، حضرت سید علی ہمدانی اور بلبل شاہ نے کشمیر میں، سیّد محمد گیسو دراز نے پونا اور بلگام میں، شاہ جلال الدین مینی نے آسام میں، حضرت ابراہیم شہید اور بابا فخرالدین نے جنوبی ہند کے حصّوں میں پُر امن تبلیغی جدوجہد کو بڑی کامیابی کے ساتھ جاری رکھا۔ بنگال میں اسلام زیادہ تر دیہات میں غرباء کے اندر پھیلا۔ سرڈبلیو ہنٹر لکھتے ہیں:۔ "اسلام کو لوئر بنگال میں اپنی مستقل کامیابی جبر سے نہیں، بلکہ اس وجہ سے ہوئی، کہ یہ لوگوں کے دلوں پر اثر کرتا تھا۔ اور اس میں داخل ہونے والوں کی بڑی تعداد غریب طبقے میں سے تھی۔ اس نے خدا تعالیٰ کا ایک ارفع تخیل اور انسانی اخوت کا ایک پاکیزہ نظریہ قائم کیا۔ اس نے بے شمار نیچ اقوام کو جو صدیوں سے ہندو قوم میں رذیل تصوّر کی جاتی تھیں، اپنے اندر ایک نئی معاشرتی تنظیم کی صورت میں کھلی پیشکش کی۔"

آیئے اب ذرا ہم تفصیل کے ساتھ مطالعہ کریں، کہ مسلمانوں اور ان کے تمدّن کے اتصال سے ہندوؤں کی زندگی اور خیال کن خاص دوائر میں اور کس خاص طریقہ سے متاثر ہوئے۔

(الف) ہندوستان کا اپنی قدرتی حدود سے باہر کے ملکوں سے وہ تعلق جو بدھ مت کے زمانہ میں قائم تھا، لیکن آٹھویں صدی میں ہندو مت کے برسرِ عروج آنے پر جاتا رہا، اسلامی فتح سے دوبارہ قائم ہو گیا۔ سلطان محمود کے حملوں کی نسبت خواہ کچھ رائے ہی رکھی جائے، تاہم یہ تسلیم کرنا پڑے گا، کہ ان حملوں نے کم از کم ایک خدمت تو ہندوستان کی ضرور انجام دی۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے ہندوستان کے شمال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مغربی حصّوں اور سرحد پار کے ملکوں کے مابین شاہ راہ کو کھول دیا۔ اور اس سے قدرتی طور پر اس ملک اور سمرقند، بلخ، بخارا، کابل، غزنی، خراسان اور ایران کے درمیان تجارت کو بہت فروغ حاصل ہوا

(ب) ہندوستان نے وہ تمام فوائد حاصل کئے، جو ایک صدیوں سے قائم شدہ باضابطہ حکومت سے میسّر آئے تھے۔ قبل ازیں ہندوستان میں ایک قسم کی جاگیرداری کی طرز کی مذہبی حکومت قائم تھی۔ اس کی بجائے اسلامی حکومت کے وقت میں سیاسی اتحاد کا ایک بلند درجہ حاصل ہوگیا۔ اب صرف ایک ہی سلطنت تھی، جس کا پایۂ تخت دہلی تھا۔ ملک میں ایک ہی قانون تھا۔ اور ایک ہی ملکی زبان تھی یعنی فارسی۔ امن اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ اور لوگ عام طور پر مطمئن اور فارغ البال تھے۔

ہم یہاں آنریبل سر محمد عزیز الحق (جو حال ہی میں ہائی کمشنر فار انڈیا مقرر ہوئے ہیں) کی تقریر سے جو انہوں نے آل انڈیا ایجوکیشنل مسلم کانفرنس ۱۹۴۰ء میں کی تھی کچھ حصہ یہاں نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں کے عہد میں ہندوستان کی ذہنی اور معاشرتی زندگی میں ایک نیا امتزاج شروع ہوا۔ اس کے عقب میں فنون، ادب، ریاضی، طب، فن عمارت اور انجینئرنگ کی ابتداء اور نشوونما ہوئی۔ سڑکیں، پل اور آبپاشی کی نہریں تعمیر کی گئیں۔ صنعت، تجارت اور بیوپار نے بے حد ترقی کی، اور صوبجاتی حدبندیاں توڑ دی گئیں۔ کل نظام نفاذی اور مالی ایک تجویز کردہ اصول پر منظم کیا گیا۔ مکتب اور مدرسے قائم کئے گئے، جن کے دروازے ہر ایک کیلئے بلا استثناء قوم و مذہب کھولے گئے۔ ہندوؤں کا مقدس لٹریچر اور پرانے سائنٹفک اور ادبی خزانوں کے ترجمے کئے گئے۔ حکومت کی ہیئت ترکیبی میں کوئی قومی یا مذہبی امتیاز روا نہ رکھا جاتا تھا۔ چوٹی کے فوجی عہدے ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھے۔ مالیہ کے سختگیر محصّل بغیر کسی مذہبی یا قومی امتیاز کے فوری طور پر بدل دیئے جاتے تھے۔ جاگیریں اور اوقاف مسجدوں اور مندروں ہر دو کو عطا کئے جاتے تھے۔ اور تمام اقوام کے ادیبوں کی ایک ہی جیسی سرپرستی کی جاتی تھی۔ اور آج کے ہندوستان کا بہت کچھ مسلمانوں کے اس ملک میں آنے کا رہینِ احسان ہے۔"

(ج) ہندوؤں کا اسلام سے تعلق اور مسلمان اولیاء کی روحانی تاثیر لازماً ہندوؤں کے مذہبی خیال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پر اثر کرنے والی چیزیں تھیں - اور یہ اثر ان موحدانہ رجحانات کی شکل میں ظاہر ہوا، جو اُس وقت ہندوازم میں پیدا ہونے والی کئی ایک نئی مذہبی تحریکات میں نمایاں تھے ۔ شنکرا کا اصول اسلامی اثر کے نشانات کا حامل ہے - اور یہ بات بالکل معقول ہے - کیونکہ وہ مالا بار میں پیدا ہوا، جہاں ان دنوں اسلامی اثر سب سے زیادہ تھا۔ شنکرا کے جانشین رامانوجا نے مذہب کے عبادتی پہلو اور ایک خدا پر ایمان پر زور دیا - رامانوجا کے شاگرد رامانند نے اپنی کوششیں ہندو مذہب کے ڈھانچہ میں ایسی تبدیلیاں پیدا کرنے میں صرف کیں، جو ہندو اور مسلمان ہر دو کے لئے قابل قبول ہوں - رامانند کے پیرو کبیر نے وجودیت کے عقیدہ اور توحید کے اصول کو ایک دوسرے کے بالکل قریب لا کر دونوں مذاہب میں مطابقت و موافقت کو اپنا نصب العین بنایا - اس کی متصوفانہ نظموں میں ہر جگہ یہی رُوح نظر آتی ہے - گورونانکؒ نے جو اصلاً ایک عملی آدمی تھے، زیادہ زور مذہب کے اخلاقی پہلو پر دیا - کبیر کی طرح وہ بھی ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہبی اتحاد کے بلند خیال سے مملو تھے - ڈاکٹر تاراچند اپنی نفیس تصنیف "ہندوستانی تمدن پر اسلام کا اثر" (*"Influence of Islam on Indian culture"*) میں لکھتے ہیں "یہ بیان کرنا بالکل غیر ضروری ہے، کہ گورونانکؒ اسلام کے کس قدر زیادہ مرہونِ احسان تھے - کیونکہ یہ ان کے الفاظ اور خیالات سے بالکل عیاں ہے - وہ واضح طور پر تصوّف میں ڈوبے ہوئے تھے - اور یہ امر واقعہ ہے، کہ یہ معلوم کرنا کہ انہوں نے ہندو مقدس کتب سے کتنا اخذ کیا بہت زیادہ مشکل ہے" مسلمان درحقیقت ان کو مسلمان ہی تصور کرتے تھے، اور یہ بات اس نزاع سے جو آپ کی وفات پر آپ کے ہندو اور مسلمان متبعین کے مابین لاش کی تدفین کے متعلق ہوا، اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے - پندرھویں صدی میں سری چیتنیا ایک بڑا معلّم بنگال میں ظاہر ہوا - اس کی بابت جادو بھٹا چاریہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے، کہ چیتنیا مسلمانوں سے بے حد محبت رکھتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں، کہ اس کی تعلیم اسلامی خیالات سے بہت متاثر تھی - اس نے ہندو مذہب کی رسوم پرستی کو توڑ کر محبت و زہد کے طریق عبادت کو جس پر ہر کوئی بلا استثناء قوم و ملت عمل کر سکتا تھا پیش کیا

(د) ہندوؤں کی معاشرتی زندگی میں بھی ایک بڑی تبدیلی واقع ہوئی - اکبر کے زمانہ ہی میں ہندو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

درباریوں نے اسلامی لباس اور طرز کو اختیار کر لیا۔ گو ذات پات کا امتیاز قائم رہا، لیکن اس کی سختی جاتی رہی تھی۔ اور اسلام کے جمہوری اثر کے ذریعہ ایک خاص حد تک معاشرتی مساوات قائم ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں، کہ "اسلام نے ہماری قومی اصل میں نوخیز طاقت کا ایک نیا جزء ایزاد کر دیا۔ اور ایک قابلِ قدر تمدن رائج کیا۔ اسلامی عادات و اطوار نے ہندوؤں کے اعلیٰ طبقہ کی ماہیت کو بدل دیا۔ اور اس چلا اور نفاست کا جو ہم جدید سوسائٹی میں پاتے ہیں اکثر بیشتر حصہ انہیں کا منت کش ہے"۔

(۳) اردو زبان کی پیدائش اور صوبجاتی دیسی زبانوں کی ترقی اسلامی اثر کی بدولت ماننی پڑے گی ادب ہمیشہ امن کے زمانہ میں پنپتا ہے۔ صوبجاتی دیسی زبانوں جیسے مرہٹی، بنگالی، اور آسامی نے اسلامی زمانہ ہی میں شکل اختیار کی، اور ان زبانوں میں سے ہر ایک میں بہت سے عمدہ لٹریچر کا اضافہ ہوا۔ دینش چندر اسین جو بنگالی زبان اور ادب کی تاریخ کے موضوعوں پر مستند مانے جاتے ہیں لکھتے ہیں۔ "بنگالی کی ادبی معیار تک رفعت کئی ایک اثرات کی وجہ سے وقوع میں آئی۔ اور بغیر کسی شک وشبہ کے یہ کہا جا سکتا ہے، کہ اسلامی تسلط اوّلین اثرات میں سے ایک ہے"۔

ملک میں بدقسمتی سے ہندی اور اُردو سے متعلق ایک تلخ اور غیر ضروری بحث جاری رہی ہے۔ ہماری نظر میں اُردو کی ابتداء ہندو مسلم تعلقات کے نتیجہ میں تھی۔ اور اگر آج یہ اپنی زرخیز تصانیف کے ساتھ ایک بہت ترقی یافتہ زبان بن گئی ہے، تو در اصل یہ دونوں قوموں کی اجتماعی کوششوں کی وجہ سے ہے میسور یونیورسٹی کے پروفیسر شستری نے بالکل درست کہا، کہ "گو ہندی اور اردو وضع قطع میں جدا جدا ہیں لیکن ابتداء اور سپرٹ کے اعتبار سے یہ دونوں ایک ہیں۔ اُردو مسلمانوں کی نسبت زیادہ تر ہندوؤں کی ضروریات کا نتیجہ ہے۔ مغل، افغان اور ایرانی شرفاء آپس میں گفتگو فارسی میں کیا کرتے تھے۔ اور ان کی خط وکتابت بھی اسی زبان میں تھی۔ لیکن ہندوؤں نے جو ان کے ماتحت کام کرتے تھے، اور جنہوں نے فارسی میں تعلیم حاصل کی تھی، فارسی اور اپنی مادری زبان ہندی کا ایک مرکب سا بنا لیا۔ اس مرکب کے ماحصل کو اُردو کہا جانے لگا۔ مسلمان اسے ہندوؤں سے اپنے کاروبار میں استعمال کرتے تھے"۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر ہم سب اس بات کو یاد کریں، کہ زمانۂ گذشتہ میں امیر خسرو، ملک محمد جیسی، عبدالرحیم خان خاناں وغیرہ مسلم مصنفین کی ایک بڑی تعداد نے ہندی زبان اور ادب میں قابل ذکر حصّہ لیا، ٹھیک اسی طرح جس طرح کر دیا شنکر نسیم۔ میدو لال زار سراب سنگھ دیوانہ۔ رتن ناتھ سرشار۔ منشی درگا سہائے سرور وغیرہ بہت سے ہندو مصنفین نے اردو ادب میں خود کو ممتاز کیا ہے، تو اس نزاع کی درشتی بہت حد تک دور ہو جائیگی۔ زمانۂ حال میں منشی اجمیری کی ہندی تصانیف اپنا جواب پنڈت برج نرائن چکبست کے اردو ادب کے قیمتی مقالوں میں پاتی ہیں ہم فخر کے ساتھ بیان کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ ریاست حیدر آباد کے موجودہ روشن خیال حاکم اور ان کے والد مرحوم کے قلموں سے نکلی ہوئی نظمیں، جو اُردو ادب کے جواہر ریزے ہیں، کس قدر وسیع حلقوں میں پسند کی گئی ہیں۔ اسی طرح ہم اردو نظم کے ان شاہ کاروں کا بھی ذکر کرنا چاہتے ہیں، جو مہاراجہ کرشن پرشاد ایسی بلند ہستی (کہ ان کا نام بھی حیدر آباد میں زبان زد خلائق ہونا چاہیئے) کی تصنیف ہیں۔ نیز ہم ہندو مسلم اتحاد کے داعی رائٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو کی ہندی اردو مسئلہ کے حل اور اردو ادب کی بہتری کے لئے قیمتی کوششوں کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ مزید برآں ہم ہندوستان کے انتہائی مشرقی حصہ سے (جس کی ہمیں اس کانفرنس میں نمائندگی کرنے کی مسرت حاصل ہے) ہندوستان کی موجودہ زمانہ کی سب سے بڑی تعلیمی تجربہ گاہ — عثمانیہ یونیورسٹی — کی تیز رو ترقی کا مطالعہ کرتے رہے ہیں، جسے ہز ایگزالٹڈ ہائی نس نظام حیدر آباد کی سرپرستی کا فیضان اور پرورش کا فخر حاصل ہے۔

(۳) مسلمانوں نے ہندوستان کو جو بڑے تمدّنی عطیّے بخشے، ان میں سے دو عوام الناس میں اشاعتِ تعلیم اور پبلک لائبریریوں کا قیام ہیں۔ مسلمانوں کا تعلیمی نظام ان کے مذہب کی طرح کلیۃً جمہوری تھا۔ ہر گاؤں کو پرائمری سکول اور مکتب میسّر تھے۔ علم کی دولت چند خوش قسمتوں تک محدود نہ تھی، بلکہ اُسے عالمگیر بنا دیا گیا تھا حتی کہ غلاموں کو بھی تعلیم حاصل کرنے کے مواقع اور آسائشیں مہیا کی گئیں۔ یہی وہ جمہوری تحریک ہے جو ان دنوں کتب کی تیاری اور پبلک لائبریریوں کے قیام کی محرک ہوئی۔ مسلمان شہنشاہوں نے مسودات مہیا کرنے اور ان کے دوبارہ مثنّیٰ تیار کرنے نیز فن خوشنویسی کی عام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طور پر حوصلہ افزائی کی۔ ڈاکٹر ٹامس لکھتے ہیں، کہ اسلامی عہد کو یقینیاً لائبریریوں کے لئے سنہری زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ ہندوستان میں اسلامی طاقت کے قیام کے ساتھ پہلی مرتبہ بڑی اور چھوٹی لائبریریوں کی ایک سریع اور غیر معمولی ترقی دیکھنے میں آئی۔ اسی طرح بہت سے کتب خانوں کی خوبصورت عمارتوں کی تعمیر بھی اسی زمانہ میں ہوئی ؛

(ص) اسلام کا اثر ہندوستانی صنعت وحرفت اور فن تعمیر پر درحقیقت بہت زیادہ ہے۔ اسلامی نقاشی چینی اجزاء کی ایزادی کے ساتھ عربی اور ایرانی اداروں کے مرکب کی نمائندگی کرتی تھی جس کو تیمور اور اس کی اولاد نے اختیار کیا تھا۔ اس کی تخلیقی تحریک بہزاد سے ہوئی، جو پندرھویں صدی کا سب سے بڑا نقاش اور مصوری کے ہندی مغل ادارہ کے معرض وجود میں آنے کا باعث تھا۔ جلا دینے کا نہایت نفیس اسلوب عمل اور چمکدار الوان کے لطیف نقشے تیار کرنا اس ادارہ کی دو بڑی خصوصیات تھیں۔

اسی قسم کا اعتماد فن تعمیر میں ہوا۔ اور اس کے نتیجہ میں ہندو فن تعمیر نے خوبصورتی، نقش ونگار اور تعمیر میں کمال کے جمالیاتی معیار حاصل کئے۔ اس کے مجموعی نتیجہ کے طور پر ہندی اسلامی صنعت کا ایک نیا مسلک معرض وجود میں آیا۔ ٹھوس پن جو پرانی عربی مسلک کی روح تھا، مغلیہ طرز کی زینت وجمال، موزونیت اور ترتیب سے موافقت کھاتا تھا۔ تفصیلی نقش ونگار کی احتیاط اور باریک قسم کی دستکاری ہندی صنعت کا حصہ تھیں۔

یہاں پر یہ امر بیان کر دینا چاہیئے، کہ مسلمان شاذ ونادر ہی کبھی تہذیبی غارتگری کے مرتکب ہوئے ہونگے۔ جوزف ہل لکھتا ہے "یہ امر موجب حیرت ہے، کہ عربوں کو اپنی فتوحات کے دوران میں زمانہ ماضی کی صنعتی یادگاروں کو محفوظ اور قائم رکھنے کا حد درجہ خیال تھا۔ حتیٰ کہ اسی شوق میں وہ عیسائیوں کے ساتھ انکی خوبصورت عبادتگاہوں میں عبادتی اغراض کے لئے شریک ہوجاتے پر آمادہ ہوجاتے تھے۔" مسلمان شہنشاہوں نے ہندوستان میں فن تعمیر کے قدیم نمونے پوری احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھے۔ یہ فیروز شاہ تغلق ـــــ تعمیرات بنانے والا ـــــ ہی تھا، جس نے اشوک کی دو لاٹیں دہلی پہنچا دیں اور ہندو زمانہ کی بے شمار عمارتوں کی مرمت کی۔ اسی نے پرانی یادگاروں کو مرمت شدہ حالت میں رکھنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیلئے ایک محکمہ آثار قدیمہ قائم کیا تھا۔

یہ صاف نظر آئیگا، کہ ہندوستان پر اسلامی تمدّن کے اثر کا درجہ بہت زیادہ رہا ہے۔ اسلامی تہذیب بھی اپنی جگہ ہندوستان میں ہندوؤں کے تمدّن سے بہت زیادہ متاثر ہوئی ہے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ صدیوں کے گہرے ربط اور ہمسائیگی سے بالضرور بعض تبدیلیاں بالخصوص معاشرتی دائرہ میں ہونی چاہئیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کے بہت سے رواج اختیار کر لئے ہیں۔ ان میں سے ایسے بھی ہیں جو راسخ العقیدہ لوگوں کیلئے یقیناً قابل نفرت ہیں، مثلاً اولیاء پرستی، کہ اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ اسلامی سوسائٹی ہندو تمدّن سے کافی متاثر ہوئی ہے۔ روشن خیال طبقہ پر یہ اثر بہ نسبت اس کے جو سطحی طور پر نظر آتا ہے، زیادہ گہرا ہے۔ خلفاء کے وقتوں میں بے شمار قیمتی کتب ہندوستان سے حاصل کر کے ان کے تراجم کئے گئے۔ اس طریق سے ہندو فلسفہ کا کافی حصّہ اسلامی ادب میں داخل ہو گیا۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے، کہ اسلام میں تصوّف کا آغاز ہندوستان میں تلاش کرنا چاہیئے۔ صلاح الدین خدابخش مرحوم کی بھی یہی رائے تھی۔ وہ لکھتے ہیں، کہ "ایرانی اور عربی فلسفہ کے اصول جو تصوّف کے نام سے موسوم ہیں، ان کا ہندوستانی ماخذ ثابت شدہ خیال کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حقائق اس کی شہادت دیتے ہیں۔ اگرچہ اس میں بھی شک نہیں کیا جا سکتا، کہ غناسطی (عیسائی فرقہ) اور مانوی خیالات بھی اس میں کثرت سے شامل کر لئے گئے ہیں۔" ڈاکٹر تاراچند الہ آبادی نے یہ نظریہ پیش کیا ہے، کہ نروان کے تصور، ہشت چند راستہ کے دستور، یوگا کے عمل اور معجزانی طاقتوں کے حصول کو اسلام میں اپنا لیا گیا تھا۔" نیز موصوف کا یہ خیال ہے، کہ تصوّف اغلباً ہندو فلسفہ سے متاثر ہوا ہوگا۔ مگر پروفیسر براؤن کا خیال ہے، کہ بعض مشابہتیں جو تصوّف کے اصول اور ہندی اصول بالخصوص ویدانتا سارا کے مابین قائم ہیں، اِس نتیجہ کی تصدیق نہیں کرتیں، کہ وہ ہندی اصل کی ہیں۔ پروفیسر براؤن اور فان کریمر (Von Kremer) کا یہ خیال ہے کہ ممکن ہے زمانہ مابعد میں ہندی خیالات نے تصوّف کے ارتقاء پر بہت اثر ڈالا ہو۔ تصوّف اپنے خالص اصل میں بلاشبہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خالص وجودیت، وحدت الوجود، نروان یا روحانی سنتوک کے عقائد کو قبول یا جذب نہ کر سکتا تھا، کیونکہ یہ ایسے عقائد ہیں جو اس کے ضروری اصول سے بنیادی طور پر بالکل مختلف ہیں۔ تصوف کا آغاز خواہ کچھ ہی ہو، اس میں کوئی شک نہیں (اور ہمارا اس وقت سوال کے اسی پہلو سے تعلق ہے) کہ ہندوستان میں صوفیاء ہندوؤں اور مسلمانوں میں یکساں طور پر نہایت احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ صوفیاء نے بحیثیت جماعت اسلام کو عوام میں ہر دلعزیز بنانے میں ایک خاموش لیکن اہم حصہ لیا۔ اور اسلام کی عالمگیر اخوت پر زور دے کر انہوں نے ہندوستان میں تمدنی اتحاد کے قیام میں مدد دی:

(باقی)

مجمع البحرین یا اسلامی تصوف

اس کتاب میں دو مضمون ہیں۔ ایک وہ جو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے "حقیقی اسلام سلسلہ احمدیہ" کے موضوع پر ویمبلے (انگلینڈ) کی مذہبی کانفرنس کیلئے رقم فرمایا۔ اور دوسرا وہ جو اسی کانفرنس میں پڑھنے کیلئے "اسلامی تصوف" کے موضوع پر حضرت علامہ حافظ روشن علی صاحب نے تحریر فرمایا۔ یہ مضامین یورپ اور مختلف ممالک کے عمائد میں نہایت پسند کئے گئے۔ اور سب مضامین پر بالا رہے۔ "اسلامی تصوف" اور سلسلہ احمدیہ کی تعلیمات کو ایک نظر سے سمجھنے کے لئے یہ رسالہ بہت موزوں ہے۔

قیمت ۳ر محصولڈاک ار

مباحثہ نیروبی

یہ مباحثہ ہماری جماعت کے نونہال مبلغ جناب شیخ مبارک احمد صاحب فاضل اور معاندِ سلسلہ لال حسین اختر کے درمیان نیروبی (مشرقی افریقہ) میں ہوا تھا۔ مضامین زیر بحث وفات مسیح۔ مسئلہ ختم نبوت اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ "ریویو" کے تین پرچوں میں اسکی روئیداد شائع ہوئی تھی قیمت رعایتی مع محصولڈاک سات آنے ہے۔ مینیجر ریویو اردو سے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں:

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چھپائے نہیں رکھتا۔ یعنی یہ نہیں، کہ وہ تو اپنے متعلق کچھ نہ بتائے، مگر لوگ اس کی جستجو میں حیران و سرگردان پھرتے رہیں۔ اور آخر اس کا پتہ لگائیں تو چند عاقل۔ اور پھر ان عاقلوں کے ذریعہ باقی لوگوں کو بھی اس کی ہستی کا کچھ علم ہو۔ بلکہ خدا تعالیٰ ایک زندہ ہستی ہے، جو رحیم و کریم ہے۔ وہ انسان کو حیران و سرگردان نہیں چھوڑتی، اور اپنا وجود خود اس پر ظاہر کرتی ہے۔ ہاں وہ پھر بھی پردہ میں ہے۔ کیونکہ اس کا بالکل ظاہر ہو جانا انسان کو اس درجہ اور اس بلند مقام پر پہنچا نہیں سکتا، جس پر وہ اس صورت میں پہنچ سکتا ہے، کہ خدا ہو تو پردہ میں لیکن باوجود اس کے انسان اسے پہچان لے۔ خدا کا کام مدد دینا اور ہدایت دینا ہے۔ اس لئے وہ کبھی کبھی اپنا وجود خود ظاہر کر دیتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ وہ اپنے کسی بندے سے کلام کرتا ہے۔ اس کلام سے بندے کا دل یقین سے بھر جاتا ہے۔ اور اس یقین کی وجہ سے وہ خدا کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کے لئے طیار ہو جاتا ہے۔ اور اکثر زمانوں میں ایک ہی بندے کا یقین اس درجہ کا ہوتا ہے، کہ اس کو دیکھکر باقی لوگ بھی خدا کو دل سے ماننے لگ جاتے ہیں اور اس کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کے لئے طیار ہو جاتے ہیں۔

اِس زمانے کی بے حِسی

اس زمانے کی بے حسی اور بے دینی پر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غور کیا، تو آپؑ کے دل میں ڈالا گیا، کہ اس زمانے کی تمام وہ بیماریاں جو انسانی عقائد، انسانی اعمال اور انسانی تمدّن میں پیدا ہو رہی ہیں، اُن تمام کی جڑھ خدا کی ذات پر یقین کا وہ فقدان ہے جو نہ صرف فلسفیوں میں اور ان لوگوں میں جو بالعموم مذہب سے کسی رنگ میں بھی متاثر نہیں ہوا کرتے بلکہ خود اہلِ مذاہب میں بھی شدّت سے پایا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے موجودہ زمانہ کے تمام عوارض کی ایک ہی تشخیص کی۔ اور وہ تشخیص **خدا کے متعلق عدم یقین** تھی۔ فلسفیوں کو خدا پر یقین نہیں، اس لئے وہ معمولی وسوسوں سے متاثر ہو جاتے اور دوسروں کو بھی ان وسوسوں میں مبتلا کر لیتے ہیں۔ امراء کو خدا پر یقین نہیں۔ اس لئے وہ بے دھڑک اور بلا خوف و خطر عیش و عشرت میں مصروف ہیں۔ علماء کو خدا پر یقین نہیں، اس لئے اُن کی عملی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ عوام کو خدا پر یقین نہیں۔ اور اس لئے یقین نہیں، کہ اس زمانہ کے فلسفی، امراء اور علماء سب کے سب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات

(۳)

(از جناب گیانی واحد حسین صاحب مبلّغ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

گورو صاحبان نے امرتسر اور کرتار پور میں مسلمان آباد کئے

سری گورو رام داس صاحب نے "گورو کا چک" یعنی امرتسر سمت ۱۶۳۱ بکرمی میں آباد کیا، تو جہاں ہندوؤں کے چار ورنوں کے لوگوں کو آباد کیا، وہاں مسلمانوں کو بھی جگہ دی، اور آباد کیا" (گورمت سدھانت صفحہ ۴۲)

اسی طرح گورو ارجن صاحب نے کرتار پور آباد کرتے وقت مسلمانوں کا خیال رکھا، اور ان کو بھی وہاں بسایا" (گورمت سدھانت صفحہ ۵۴)

سری ہر مندر صاحب کا سنگ بنیاد حضرت میاں میرؒ سے رکھوایا گیا

سری گورو ارجن صاحب نے تالاب مقدس امرتسر کے عین وسط میں سری ہر مندر صاحب کی بنیاد کی اینٹ سائیں میاں میر صاحب کے دستِ مبارک سے رکھوائی۔ معمار نے اینٹ ٹیڑھی خیال کر کے دوسری طرف لگا دی، تو گورو صاحب نے فرمایا، کہ دربار صاحب ایک مرتبہ گر کر دوبارہ تیار ہوگا۔ (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۹۹)

دربار صاحب میں کیرتن کی سیوا مسلمانوں کے سپرد کی گئی

گورو ارجن صاحب نے اس مندر میں ہر کیرتن کرنے کے لئے بھائی ستّا اور بلونڈا ربابیوں کو مقرر کیا۔ اور عام ربابی جو ست گورو کے وقت سے لیکر آج تک ہر مندر میں کیرتن کی خدمت پر مامور ہیں، انہوں نے اسلام مذہب کو نہیں چھوڑا۔ پیدائش اور موت کی رسومات بھی اسلامی طریق پر ادا کرتے ہیں۔ گورو صاحب ان مسلمان کیرتن کرنے والوں پر ہمیشہ عنایات کرتے رہے۔

(گورمت سدھانت صفحہ ۵۱)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گرنتھ صاحب میں مسلمان بزرگوں کا کلام

سری گورو ارجن صاحب نے سری گورو گرنتھ صاحب کو مرتب کرتے وقت جہاں اور مہاتماؤں اور بزرگوں کے کلام کو درج کیا، وہاں مسلمان بزرگ حضرت فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حافظ شیخ بھیکن صاحب کے کلام کو بھی سری گورو گرنتھ صاحب کی زینت بنایا۔ اور بھگت سدھنا جی، جن کی مسجد سرہند شریف میں ہے، ان کی بانی کو بھی درج کیا۔ اس کے علاوہ ستے۔ بلونڈے اور بھائی مردانہ کی بانی بھی درج کی۔ بعض ودوانوں کا خیال ہے، کہ جو شلوک بھائی مردانہ کے نام سے درج ہیں، وہ دراصل بابا نانک صاحب نے کہے ہیں۔ اور مردانہ مخاطب ہے۔ کچھ بھی ہو، سری گورو گرنتھ صاحب میں مسلمانوں کے کلام کا درج ہونا بتاتا ہے کہ گورو مہاراج کو مسلمانوں سے دلی اُنس تھا۔ اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کے گہرے تعلقات تھے۔

چندو لال کے مظالم اور میاں میر صاحب کی ہمدردی

چندو لال نے جو رشتہ کی وجہ سے گورو صاحب پر ناراض تھا، اور منافقانہ طور پر انتقام لینے کی فکر میں لگا ہوا تھا، جہانگیر کی غیر موجودگی میں جبکہ وہ حاکم تھا، موقعہ پا کر انتقام لیا۔ آپ کو نہایت بے رحمی سے گرم ریت پر بٹھایا۔ طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ جب یہ خبر سائیں میاں میر صاحب کو ہوئی، تو آپ گورو صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا، کہ اگر آپ کہیں، تو میں سارا ماجرا بادشاہ سے کہکر اُسے سزا دلاؤں۔ سکھ شعرا نے حضرت میاں میر کے جذبات کا اس طرح بزبانِ پنجابی اظہار کیا ہے:۔

چار طرفوں اگ برسے سیک سی تن ساڑدا ۔۔۔ چھالے چھالے ہو گیا جُسّا سچی سرکار دا
سائیں میاں میر ڈٹھا حال آ جید یار دا ۔۔۔ ہو بے عقل رو پیا چیخے تے ڈھائیں ماردا

(سالک امرت سنگھ)

یہ ہے مسلمان فقیر کی ہمدردی کا اظہار، جس سے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے، کہ سکھ گورو صاحبان کے ساتھ مسلمانوں کو کس قدر محبت تھی:۔

گورو ہر گوبند صاحب کی مسلمان فقرا سے ملاقات

سمت ۱۶۶۸ بکرمی میں لاہور کے سکھوں کی درخواست پر آپ لاہور تشریف لے گئے، تو اپنے والد پانچویں پادشاہی گورو ارجن صاحب کے مخلص دوست حضرت میاں میر صاحب کی ملاقات کی، ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ انہوں نے اُن کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

استقبال کیا۔ خود گھوڑے کی باگ پکڑ کر انہیں اُتارا۔ اور نہایت معززانہ طریق سے بٹھایا۔ اس موقعہ پر حضرت میاں میر صاحب کے پاس مفصلہ ذیل نامی گرامی فقراء موجود تھے۔ شیخ جان محمد صاحب لاہوری، محمد اسمٰعیل صاحب المعروف میاں کلہ اور شیخ کرم شاہ صاحب قریشی۔ چنانچہ ان کے ساتھ گورو صاحب کی مذہبی اور معرفت کے مسائل پر گفتگو ہوئی۔ سب ان کے کلام پُر معرفت کو سُنکر خوش ہوئے۔ (چھٹی پادشاہی کی جنم ساکھی ص۱۱ و تواریخ گوروخالصہ ص۴۸۳)

گورصاحب کے خلاف رپورٹ اور بادشاہ کا حسن سلوک

گورو ہرگوبند صاحب نے گوروؤں کی پُرانی رسم یعنی فقیروں کی ٹوپی پہننا ترک کر کے شاہانہ طریق اختیار کیا۔ دو تلواریں پہنیں۔ لوہ گڈھ کا قلعہ تعمیر کرایا۔ فوج اور سامانِ جنگ اکھٹا کرنا شروع کیا۔ لوگوں میں آپ کا لقب سچا بادشاہ مشہور ہُوا۔ جب ان باتوں کا علم آپ کے تایازاد بھائی یعنی پرتھی چند کے بیٹے مہربان کو ہُوا۔ تو وہ حسد کی آگ میں جل گیا۔ اور حاکموں کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو اُکسایا۔ لیکن جب کامیابی نہ ہوئی، تو چندو لال (جو گورو صاحب کا پُرانا دشمن تھا) کے پاس پہنچا۔ اور قاسم بیگ لاہوری سے گورو صاحب کے خلاف رپورٹ کروائی۔ مصنّف تواریخ گوروخالصہ نے وہ رپورٹ حسب ذیل الفاظ میں درج کی ہے:۔

"گورو ہرگوبند نے اپنے بڑوں کی رسومات ترک کر کے ڈاکوؤں کا طریق اختیار کر رکھا ہے۔ اور ایک چبوترے کا نام اکال تخت رکھکر مجلس منعقد کر کے حاکموں کی طرح مقدمات کے فیصلے کرتا ہے اور تعلیم جنگ سیکھنے کا اُپدیش کرتا ہے۔ سامانِ جنگ اور فوج اکٹھی کر رہا ہے۔ سارا پنجاب اس کا مرید ہے۔ سینکڑے چور ڈاکو ان کے پاس آتے رہتے ہیں۔ اگر اس وقت ان کا انتظام نہ کیا گیا تو یہ لوگ ضرور فساد کریں گے۔" (تواریخ گوروخالصہ ص۴۸۶)

دبستان مذاہب کا مصنف سری گورو ہرگوبند صاحب کے پاس کچھ مدت رہا ہے۔ اس نے چشم دید حالات قلم بند کئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ "وہر کس کہ روگردانی شدے پناہ باو بُردے۔" (دبستانِ مذاہب ص۲۳۶) ناظرین غور فرمائیں، کہ صوبیدار کی رپورٹ میں کہاں تک صداقت تھی۔ نیز تواریخ گوروخالصہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صفحہ ۱۲۱ میں ان شاہی باغیوں کے نام بھی درج ہیں، جو آپ کی پناہ میں رہتے تھے۔ اور بھائی بدھی چند کا شاہی بیگمات کے زیور چرانے کا ذکر بھی تواریخ گوروخالصہ صفحہ ۱۰۴۹ میں موجود ہے۔ اور دبستانِ مذاہب کا مصنف لکھتا ہے:۔ "وعقیدہ اُش کہ ہرچہ برائے گورو دُزدند ستودہ است و درآں ثواب برائے سکھاں گوبند ہرگوبند گفتہ روزجزا مریداں از اعمال نمے پرسند" (صفحہ ۲۳۹)

گوربلاس و سورج پرکاش و تواریخ گوروخالصہ میں بدھی چند کے چوری کرنے کے کارنامے مرقوم ہیں، اور بتایا گیا ہے، کہ اس کے اس فعل کو گورو صاحب بہت پسند کرتے تھے۔ نہ معلوم یہ واقعات کہاں تک درست ہیں۔ گورو صاحب جیسے نیک پرش سے ایسے افعال کا سرزد ہونا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ جب یہ رپورٹ بادشاہ کے حضور دہلی پہونچی، تو گورو صاحب کو دہلی طلب کیا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"بادشاہ جو گورو ارجن صاحب کے حالات سے واقف تھا اور ان کو خدا رسیدہ سمجھتا تھا ان کے حالات سننے سے کچھ برگشتہ خاطر نہیں ہوا۔ بلکہ ایک طرح سے اُسے تنبیہہ کی اور خود گورو صاحب کی ملاقات کا آرزومند ہوا۔ چنانچہ انہوں نے وزیر خاں نائب وزیر کو جو اس خاندان کا خیرخواہ تھا۔ غنچہ بیگ خاں دس ہزاری سمیت ان کو حضور شاہی میں لانے کے لئے مقرر کیا۔ وزیر خاں جب امرتسر میں آیا، تو اس نے بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ شرف حضوری پایا۔ سوا سو اشرفی نذر کی۔ اور عرض کی، کہ حضور شہنشاہ نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ گورو صاحب پہلے ہی چاہتے تھے، کہ بادشاہ کی ملاقات میسر ہو۔ تاکہ دشمنوں سے انتقام لینے کا موقعہ ملے۔ وزیر خاں کے اس پیغام دینے پر بہت خوش ہوئے، اور دہلی چلنے کی تیاری کرنے لگے۔" (ملخصاً) (چھٹی پادشاہی کی جنم ساکھی صفحہ ۱۳)

گورو صاحب سب کام بابے بڈھے بھائی گلیا نے اور بھائی گوردا س بھائی بہلو اور بھگتو وغیرہ سکھوں کے سپرد کرکے اپنے ساتھ بدھی چند، بھائی جیٹھا، بھائی پیڑا وغیرہ اور ایک سو پیادہ فوج لیکر دہلی پہنچے۔ دہلی پہونچکر گورو صاحب نے مجنوں کے ٹیلے پر قیام کیا (جہاں پر گورو نانک صاحب ٹھہرے تھے) غنچے بیگ خان نے بادشاہ سے حکم حاصل کرکے سب سامان تنبو قناتیں اور کھانے کی رسد گورو صاحب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو پہونچا دی۔ (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۷۸۸)

اس عرصہ میں وزیر خاں کی معرفت بادشاہ نے گورو صاحب کو ملاقات کے لئے بلایا۔ غنیچہ بیگ خاں اور وزیر خان آپ کو بادشاہ کے پاس لے آئے۔ بادشاہ نے بڑی عزت و احترام سے ملاقات کی۔ گورو صاحب کو چندن کی چوکی پر بٹھایا۔ اور گورو گرنتھ صاحب کے شبد سنے۔ بادشاہ کا دل بہت نرم ہو گیا۔ اور گورو نانک صاحب کی بہت تعریف کرنے لگا۔ گورو صاحب کو ہر روز کچہری میں اپنے ساتھ آنے کو کہا۔ اور مبلغ ۵۰۰ روپیہ روزانہ گورو صاحب کے لنگر اور دانہ گھاس کے لئے مقرر کیا۔

(تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۷۹۰)

گورو صاحب بادشاہ کی کچہری میں ہر روز جاتے۔ مقدمات میں مشورہ دیتے اور بادشاہ کے ساتھ ملکر شکار کھیلنے جاتے۔ بادشاہ نے آگرہ کا سفر اختیار کیا، تو گورو صاحب کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ وہاں پر راجپوت راجاؤں سے گورو صاحب کو نذریں دلوائیں۔ (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۷۹۲)

جب بادشاہ اور گورو صاحب کی آپس میں محبت بڑھ گئی، تو چندو لال کو جو گورو صاحب کا پرانا دشمن تھا، فکر دامنگیر ہوا، کیونکہ وہ جانتا تھا، کہ جس دن گورو ارجن صاحب کے قتل کا پتہ بادشاہ کو لگ گیا، اسی دن میں مارا جاؤنگا۔ چنانچہ اس نے ارادہ کیا، کہ کسی طرح ان دونوں کے درمیان پھوٹ ڈال دے۔ اتفاق سے بادشاہ بیمار ہو گیا۔ چندو لال نے اس موقعہ کو غنیمت جان کر عرض کی، کہ حضور گورو ہرگوبند صاحب کو قلعہ گوالیار میں رکھکر تپ کرایا جائے، تو آپ کو شفا ہوگی۔ اس پر بادشاہ نے گورو صاحب کی رضامندی سے آپ کو گوالیار بھیجدیا۔ اور مبلغ ایک سو روپیہ روزانہ ہون کی سمگری کے لئے مقرر کر دیا۔ جب بادشاہ کی طرف سے گورو صاحب کو واپس آنے کے لئے کہا گیا، تو آپ نے یہ کہکر قلعہ گوالیار سے نکلنے سے انکار کر دیا، کہ جب تک ان ۵۲ راجوں کو جو بغاوت کے جرم میں شاہی قیدی تھے، رہا نہ کیا جائے، میں تب تک قلعہ سے باہر نہ آؤنگا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو ملی، تو اسی وقت صرف ایک گورو ہرگوبند صاحب کی خاطر ۵۲ باغی راجوں کو رہا کر دیا۔ (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۸۰۱)

وزیر خاں بڑی عزت سے گورو صاحب کو دہلی لایا۔ اور بادشاہ سے گورو صاحب کی ملاقات کروائی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بادشاہ نے پانچہزار خلعت، جگا کلغی، سرپیچ، موتی مالا، ایک کنٹھا، سات ہتھیار، پانچ گھوڑے سمیت امباری گورو صاحب کی نذر کئے۔ (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۸۰۲)

بادشاہ کے دل میں گورو صاحب کی محبت بہت زیادہ بڑھ گئی۔ یہانتک کہ فیصلہ مقدمات شاہی وغیرہ میں بھی ان کو دخل دیدیا۔ اور ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھنے لگا۔ گورو صاحب کو سات ضرب التواپ وایک ہزار سپاہ وپانسو سوار رکھنے کی اجازت دیدی۔ اور تمام حکام پنجاب کے نام حکم جاری کر دیا، کہ وہ لوگ گورو ہر گوبند صاحب سے ہمیشہ نیک سلوک کریں۔ اور جس قسم کی امداد کی ان کو ضرورت ہو، بلا تامل دیں۔ بلکہ ان کو اپنا افسر اور نگران کار خیال کریں۔ (تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۱۱۳)

بادشاہ نے چندو لال کو گورو ارجن صاحب کا قاتل جانکر اس کی تمام جائیداد ضبط کر لی۔ اور اسوقت کے قانون کے مطابق اس کو گورو ہر گوبند صاحب کے سپرد کر دیا تاکہ وہ جس طرح چاہیں اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے لیں۔ اسی وقت چندو لال کو ہتھکڑی اور پاؤں میں زنجیر ڈالکر حلال خوروں سے جوتے لگواتے ہوئے اپنے ڈیرے پرلے آئے۔ دہلی سے لاہور کی طرف کوچ کیا۔ راستہ میں اُسے سخت تکلیفیں دیتے ہوئے لاہور پہونچے۔ جہاں پر اُسے گرم ریت ڈال کر ہلاک کیا گیا۔ (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۱۴)

دہلی سے روانگی کے وقت گورو صاحب کی بادشاہ سے ملاقات ہوئی، تو بادشاہ نے پانچ ہزار کا خلعت جس میں موتی مالا زمرد جڑا و کنٹھا جڑا و مٹھ کی تلوار اور ۲۱۰۰ اکبری مہریں نذر کیں۔ نیز پانچ عدد گھوڑے جن پر سونے چاندی کی کاٹھیاں اور زیوروں سمیت نذر کئے۔ بھائی بیڑے، بدھے، جیٹھے، کلیانے لنگاہے وغیرہ سکھوں کو قیمتی دوشالے عطا کئے۔ (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۸۰۶)

مصنف تواریخ گورو خالصہ لکھتا ہے:۔

"اسی اثنا میں جہانگیر بادشاہ بتقریب سیر کشمیر امرتسر پہونچا۔ اور وہاں گورو ہر گوبند صاحب کے دربار آب حیات کی عظمت کو دیکھکر بہت خوش ہوا۔ ہزارہا روپیہ کا نقد وجنس دربار کی نذر کیا۔ اور گورو ہر گوبند صاحب کو اپنے ہمراہ لاہور لے گیا۔ اور وہاں کچھ مدت تک سیر وشکار کا شغل رکھا۔ مؤلف دبستان مذاہب اور مولوی غلام علی مورخ دونوں اس امر کی تصدیق کرتے ہیں، کہ بادشاہ نے ان کو کل پنجاب کی نگرانی کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اختیار دیدیا تھا۔ بلکہ جب لاہور سے کشمیر کی سیر کو روانہ ہوا، تو اس وقت بھی انکو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور راستہ میں کوہستانی راجاؤں سے ان کو نذر و نیاز اور قسم قسم کے تحفہ تحائف دلوائے گئے۔" (تواریخ گورو خالصہ ص ۱۱۴)

اسی کتاب میں آگے چل کر لکھا ہے:-

"منشی رامجس صاحب کھتری مصنف محیط اعظم و صاحب دبستانِ مذاہب ان کی بابت یوں خامہ زن ہیں، کہ ایک مرتبہ جب راجہ تاراچند نالاگڑھیہ شاہی اطاعت سے منحرف تھا، تو اس وقت اس کی سرکوبی کیلئے بادشاہ جہانگیر شاہ نے گورو ہرگوبند صاحب کی اعانت چاہی تھی اور ان کو اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کرکے مامور کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے جاتے ہی فتح پائی۔ اور راجہ مذکور کو شاہی اطاعت قبول کروا کر بادشاہ سے جا ملایا۔ بلکہ بادشاہ سے سفارش کرکے مخلصانہ میں اس کو خلعت فاخرہ اور خطاب سے ممتاز و سرفراز کروایا۔ کُل صوبہ پنجاب کے حکام کی نگرانی بادشاہ نے ان کے تعلق کر رکھی تھی۔ ... سوار ایک ہزار پیادہ سات ضرب اتواپ ان کے ہمرکاب رہنے کیلئے بادشاہ کی طرف سے منظور تھے۔ اور جب لوگوں کو معلوم ہوگیا، کہ گورو ہرگوبند صاحب کا بادشاہ سے بہت اختلاط و ارتباط ہے۔ اس وقت بادشاہی معزول شدہ لوگ بھی اُنکے پاس آکر پناہ لینے لگے۔ جیسا کہ یار خان و خواجہ سرا سپہ سالاران معزول شدہ انہی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔" (تواریخ گورو خالصہ اُردو ص ۱۱۸)

شاہجہان اور گورو ہرگوبند صاحب

مصنف تواریخ گورو خالصہ لکھتا ہے:-

"اسی دوران میں مہربان پرتھی چند کے بیٹے نے چندو لال دیوان کے لڑکے سے مِلکر بادشاہ شاہجہان کے حضور گدی کا دعویٰ کردیا۔ اور چندو کا بیٹا اپنے باپ کے خون کا دعویدار ہوا۔ جس پر بادشاہ نے سمت ۱۶۷۵ بکرمی میں گورو ہرگوبند صاحب کو لاہور میں طلب کرکے جواب لینے کا حکم دیا۔ مگر وزیر خان نے بادشاہ کو کُل حالات مفصل چندو کے ظلم اور پرتھی چند کی سازش و عداوت کے سُنا کر بادشاہ کو وہ موقع جس میں بادشاہ جہانگیر شاہ نے ان کا ہاتھ گورو صاحب کو پکڑایا تھا یاد دلایا۔ تب بادشاہ نے اسی وقت ان دونوں کے دعویٰ کو خارج کردیا۔ اور گورو ہرگوبند صاحب کو بڑی عزت سے خلعت فاخرہ دیکر رخصت کیا۔" (تواریخ گورو خالصہ اُردو ص ۱۲۱)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نیز لکھا ہے:۔ "اسی اثناء میں بھگوانا اور چندو لال کے لڑکوں نے بادشاہ کے حضور فریاد کی شاہجہان کی طرف سے فوج کشی کا حکم ہوا۔ مگر وزیر خاں مصاحب نے جو گورو ہرگوبند صاحب کا دوست تھا بادشاہ کو اس طرح سمجھا کر کہ جو شکایت آپ کے پاس گذری ہے وہ بالکل عداوت اور دشمنی سے کی گئی ہے گورو ہرگوبند صاحب گورو نانک صاحب کے گدی نشین ہیں اور نہایت لائق صاحب عظمت شخص ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار نے ان کو کچھ زمین زرخرید عنایت کی تھی جہاں انہوں نے ایک گاؤں آباد کیا ہے اس میں ایک مسجد و سرائے تعمیر کروائی ہے۔ ایسے لوگوں کی شکایت پر فقیروں سے لڑنا مصلحت نہیں۔ معاملہ درگذر کیا" (تواریخ گورو خالصہ اُردو صفحہ ۱۲۳)

شاہجہان اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مورث اعلیٰ

چودھری بھاگ مل کو جن کی اولاد میں سے مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب تھے شاہجہان بادشاہ کے حضور سے تحصیل ترن تارن کے گردونواح کے علاقہ یوسف پور وغیرہ کی چودھریت اور باجگذاری کی سند معہ خلعت عطا ہوئی۔ یہ دونوں باپ بیٹا گورو ہرگوبند صاحب چھٹے گورو کے مشہور اور معتقد سکھ تھے۔" (تواریخ راج خالصہ مصنفہ گیان سنگھ صفحہ ۵۶)

گورو ہرگوبند صاحب کا مسجد تعمیر کروانا

گورو صاحب تحصیل بٹالہ قصبہ سری ہرگوبند پور میں پہونچے۔ اس مقام کو جو چندو لال دیوان کا مسکن تھا، اور بادشاہ کے حکم سے اس کی ضبطی جائیداد میں ویران کر دیا گیا تھا۔ پھر گورو ہرگوبند صاحب نے کاتک سمت ۱۶۷۵ بکرمی میں بادشاہ کی اجازت و سند حاصل کر کے اپنے نام پر از سر نو آباد کیا۔ اس گاؤں کی آبادی کو ترقی دینا چاہا۔ مگر بھگوانا کھتری جو چندو لال کا رشتہ دار اور اس علاقہ کا مالگذار تھا، اس نے روک ڈالی۔ آخر لڑائی ہوئی۔ بھگوانا مارا گیا۔ گورو صاحب نے اس کے مکان مسمار کر دیئے، اور وہاں پر ایک مسجد اور سرائے تعمیر کرا دی۔ ایک لنگر بھی غرباء کے لئے جاری کر دیا۔" (تواریخ گورو خالصہ اُردو صفحہ ۱۲۲)

حضرت عالمگیر اورنگ زیبؒ اور گورو ہر کرشن رائے صاحب

داراشکوہ سری گورو ہر رائے صاحب کا دوست تھا۔ اور اس نے سری گورو صاحب کی تعریف میں ایک قصیدہ تصنیف کر کے نذر کیا جس پر گورو صاحب نے اظہار مسرت فرمایا۔ گیانی گیان سنگھ لکھتا ہے:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پُن دارا ست گور ڈِھگ آئیو ۔۔۔ دے بھیٹا بہو سیس جھکائیو

گور مہماں کا رچیو قصیدہ ۔۔۔ بیچ فارسی دھاریو قیدہ

جس کو سُن کر گور خوش ہوئے ۔۔۔ دیو گیان برہم آتم جوئے

پانچ دِوس کرکے ست سنگ ۔۔۔ دارا گیئو لاہور اُمنگ

(پنتھ پرکاش نواس ۱۸ صفحہ ۱۳۵)

یعنی دارا شکوہ نے گورو صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر نذر و نیاز پیش کی۔ اور بزبانِ فارسی گورو صاحب کی تعریف میں ایک قصیدہ سُنایا آپنے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور اسے برہم گیان روحانیت عطا فرمائی۔ پانچ دن دارا آپ کے پاس رہ کر لاہور چلا گیا۔

دارا شکوہ کا شکست کھا کر گورو صاحب کے پاس پناہ لینا

شہزادہ دارا شکوہ اورنگ زیب سے شکست کھا کر افغانستان کی طرف بھاگ نکلا اور دریائے بیاس عبور کرکے گورو صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ گیارہ سو اشرفی معہ چند عمدہ عمدہ تحائف کے نذر کرکے دعاء خیر و امداد کا متدعی ہوا۔ لیکن ابھی گورو صاحب نے کچھ جواب نہ دیا تھا، کہ بادشاہی فوج اس کے تعاقب میں آن پہونچی۔ گورو صاحب نے دارا شکوہ کے کہنے پر اپنی فوج اور مریدوں کو دریا کے کنارے پر شاہی فوج کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ جس نے ایسا روکا، کہ وہ واپس ہو گئی۔ (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۳۵)

نیز سردار گوربخش سنگھ صاحب شمشیر لکھتے ہیں :۔ کہ جب دارا شکوہ شکست کھا کر گورو صاحب کے پاس آیا اور امداد کا طالب ہوا۔ گورو صاحب نے ۲۲۰۰ سواروں سے اس کی مدد کی۔ (رسالہ امرت ماہ نومبر ۱۹۳۷ء)

اورنگ زیب کی گورو صاحب سے جواب طلبی

دارا شکوہ حضرت عالمگیر اورنگ زیب کا دشمن تھا مقابلہ میں شکست کھا کر گورو صاحب سے امداد حاصل کی۔ گورو صاحب نے عالمگیر کی فوجوں سے مقابلہ کیا۔ اس پر بادشاہ کی طرف سے جواب طلبی کی گئی۔ گورو صاحب خود تو نہ گئے اپنے بیٹے رام رائے کو روانہ کیا۔ حضرت عالمگیر نے بجائے اس کے کہ گورو صاحب پر فوج کشی کرتے رام رائے صاحب کو ایک معقول جاگیر عطا کر کے واپس کیا۔ وہ جاگیر ڈیرہ دون میں اب تک موجود ہے۔ (تواریخ دس گورو صاحبان صفحہ ۱۳۶ مصنفہ سنت سنگھ گورو بنا والی صفحہ ۱۱۵)

ناظرین غور فرمائیں۔ یہ وہی اورنگ زیب ہیں جنکی نسبت یہ مشہور ہے، کہ وہ سکھوں کے دشمن تھے۔ گورو صاحب دارا شکوہ کو پناہ دیتے ہیں بادشاہ کی فوجوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور جب بادشاہ جواب طلبی کیلئے بلاتا ہے، تو گورو صاحب خود نہیں جاتے، بلکہ اپنے بیٹے کو بھیجتے ہیں۔ باوجود ان سب باتوں کے اورنگ زیب چشم پوشی اور درگذر کرتے ہیں۔ کیا دشمنی اور تعصب اسی کا نام ہے ؟ (باقی آئندہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتّیں

نوٹ :۔ وصایا منظوری سے پہلے اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو دفتر کو اطلاع دے :۔

نمبر ۶۰۴۵ :۔ منکہ شریفہ بی بی زوجہ نذیر احمد قوم جٹ ججہ عمر قریبًا ۱۲ سال پیدائشی احمدی ساکن داتہ زید کا ڈاکخانہ گنٹھیالیاں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱۴۔۱۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری مندرجہ ذیل جائیداد ہے۔ (۱) حق مہر تین صد روپیہ جو زیور مالیتی تین صد کی صورت میں وصول کر چکی ہوں۔ میری اور کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے۔ مَیں اپنی مندرجہ ضمن ۱ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر مَیں اپنی زندگی میں کوئی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرا دوں تو یہ رقم میری رقم واجب الادا سے منہا کر دی جائیگی۔ نیز اگر میری وفات کے وقت کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ :۔ شریفہ بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد :۔ اسد اللہ خاں بیرسٹرایٹ لاء ٹرنر روڈ لاہور۔ گواہ شد :۔ محمد شمس الدین قریشی :۔

نمبر ۶۰۴۴ :۔ منکہ حبیب اللہ ولد چوہدری جلال الدین صاحب سیال قوم جٹ سیال پیشہ طالب علم عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی ساکن موضع جوڑہ ڈاکخانہ قصور ضلع لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲/۲۴ صلح ۱۳۲۱ ہش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ مَیں طالب علم ہوں میرے تعلیمی اخراجات میرے والدین کے ذمہ ہیں مجھے ۱۰/ روپے بطور جیب خرچ ملتے ہیں جنکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ جو جائیداد یا ماہوار آمد پیدا کر سکونگا اس کے بھی ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے بعد میری جس قدر جائیداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ چونکہ چھٹیوں میں مجھے کوئی خرچ نہیں ملتا۔ اس لئے چندہ بھی ادا نہیں کر سکونگا۔ العبد :۔ حبیب اللہ سیال متعلم بی اے ۳۲ ڈیوس روڈ لاہور۔ گواہ شد :۔ فتح محمد سیال۔ گواہ شد :۔ دل محمد نائب انچارج مقامی تبلیغ :۔

نمبر ۶۰۴۱ :۔ منکہ نبی بخش ولد نظام الدین قوم ارائیں ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر عمر ۶۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۳ء ساکن دارالشکر غربی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱۴ ۱۱ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ تقریبًا ۱۲۵۰/- روپے ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ تفصیل جائیداد منقولہ صرف ۱۵۰/- روپے نقد اور غیر منقولہ ایک مکان خام قیمتی ۲۰۰/- روپے اور اراضی بذریعہ رہن نامہ ۳۰۰/- روپے اور بصورت ۱۰ کنال زمین قیمت ۶۰۰/- روپے کل میزان ساڑھے بارہ سو روپیہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یقین سے عاری ہیں۔ اور ان کا یقین سے عاری ہونا ان کے اعمال سے اور ان کی عام مایوسی اور بے اثری سے بالکل ظاہر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مرض کی تشخیص کر کے اس کا علاج بھی بتایا۔ اور وہ علاج یہ تھا کہ آپ نے خدا تعالیٰ کا کلام سُنا اور متواتر سُنا۔ اپنے دعویٰ سے پہلے بھی اور اپنے دعوے کے بعد بھی۔ دن کی روشنی میں بھی، اور رات کی تاریکی میں بھی۔ وہ کلام دوستوں کے متعلق بھی تھا، اور دشمنوں کے متعلق بھی۔ اپنے اہل کے متعلق بھی اور دوسروں کے متعلق بھی، ہندوستان کے متعلق بھی تھا اور غیر ممالک کے متعلق بھی۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے متعلق بھی تھا، اور بڑی بڑی باتوں کے متعلق بھی۔ ایسا کلام سُنکر آپ نے دُنیا کو بتایا، کہ خدا کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے، جبکہ وہ اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے اور آج بھی ویسے ہی کلام کرتا ہے، جیسے وہ پہلے کیا کرتا تھا۔ جو خدا کو نہیں مانتا، یا اگر مانتا ہے مگر اس یقین سے نہیں مانتا، جس سے گناہ کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے، اور انسان خدا کا ہو کر رہ جاتا ہے، وہ میرے پاس آئے اور دیکھے کہ خدا کا معاملہ مجھ سے کیسا ہے؟ وہ کس طرح مجھے آئندہ ہونیوالے واقعات کی خبر پہلے سے دیدیتا ہے۔ پھر وہ واقعات باوجود مخالف حالات کے ہو کر رہتے ہیں۔ چنانچہ کئی آپ کے پاس آئے اور انہوں نے وہ یقین حاصل کیا، جو انسانی زندگی کو آلائشوں سے پاک کرنے کے لئے ضروری ہے، اور اب خدا کے فضل سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں، کہ اس تاریکی کے زمانہ میں ایک روشنی کا مینار بھی دُنیا میں موجود ہے۔ اور وہ مینار وہی مومنوں کی جماعت ہے جو اپنے سارے کام خدا کے لئے کرتی ہے، اور اس کی رضا کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کے لئے طیار ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود یقین کا مرتبہ حاصل کیا، اس کلام کے ذریعہ جو خدا نے آپ پر نازل کیا۔ اور آپ کی جماعت نے یقین حاصل کیا، اس یقین کی تاثیر سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں کلام الٰہی سے پیدا ہوا۔ پھر آپ کی جماعت میں سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں افراد نے کلامِ الٰہی کا لطف اُٹھایا۔ اور ان کا خدا پر یقین اور ایمان ایسا تھا جو دوسروں کیلئے بھی ایک نمونہ بن گیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس میں سے ۱/۱۰ حصہ مبلغ -/۱۲۵ روپے ادا کرونگا اس وقت مستقل آمد کا ذریعہ کوئی نہیں غیر مستقل آمد جس قدر ہو گی اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہونگا۔ نیز بعد موت میری علاوہ اس جائیداد کے جو جائیداد ہو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ کا حق صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ہوگا۔ العبد:۔ نبی بخش دارالشکر غربی۔ قادیان گواہ شد:۔ محمد عالم دوکاندار۔ دارالرحمت۔ گواہ شد:۔ محمد طفیل پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ دارالعلوم ؎

نمبر ۶۰۳۹:۔ منکہ عبدالسبحان آہنگر ولد عبدالرزاق قوم کشمیری آہنگر پیشہ لوہاری عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت ستمبر ۱۹۲۰ء ساکن شورت ڈاکخانہ کولہ گام ضلع اننت ناگ کشمیر۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۱۴ ۱۹۴۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ عبدالسبحان آہنگر موصی کے منقولہ و غیر منقولہ جائداد میں اور تین شریک ان کے بھائی شامل ہیں اور جو تخمیناً ان کی جائیداد کی قیمت لگائی گئی ہے اس میں سے -/۱۸۱ روپے کی یہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ وصیت کرتا ہے (۱) اگر موصی کو اب بھی نکاح کرنے کی توفیق ملی، اور اولاد نرینہ خدا تعالےٰ نے عطا کی۔ پھر اس -/۱۸۱ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہے۔ اگر نکاح کی توفیق ملی اور اولاد نرینہ نہ ہوئی تو پھر -/۱۸۱ روپے کے ۱/۳ حصہ کی وصیت کرتا ہے۔ موصی کی وفات کے وقت اس کے علاوہ بھی اگر کوئی مزید منقولہ و غیر منقولہ جائداد ہوئی تو ضمن ۱ و ۲ کے مطابق اس میں سے ۱/۱۰ حصہ یا ۱/۳ حصہ کا صدر انجمن احمدیہ حقدار ہو گی۔ العبد:۔ عبدالسبحان نشان انگوٹھا۔ گواہ شد عبدالغفار برادر موصی۔ گواہ شد:۔ عبدالوہاب آہنگر برادر زادہ موصی ؎

نمبر ۵۹۸۱:۔ منکہ امیر بیگم زرینہ زوجہ چوہدری نور محمد صاحب بی۔اے قوم اراعی پیشہ ملازمت عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن راجپور بھائیاں ڈاک خانہ خاص ضلع ہوشیار پور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۱۴ ۱۹۴۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے پاس اس وقت کوئی غیر منقولہ جائداد نہیں۔ منقولہ جائداد سے اس وقت میرے پاس دس تولہ سونا کے زیورات موجود ہیں جنکی قیمت مبلغ پانصد روپیہ ہے۔ اسی طرح میرا حق مہر مبلغ ایک ہزار روپیہ ہے جو ابھی میرے شوہر کے ذمہ قابل ادا ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور اگر میرے مرنیکے بعد میری کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد ثابت ہوگی، تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ الامۃ:۔ امیر بیگم زرینہ بقلم خود بر مکان چوہدری اکبر علی صاحب محلہ دارالرحمت۔ گواہ شد:۔ نور محمد بی۔اے خاوند موصیہ بقلم خود گواہ شد:۔ محمد بخش خسر موصیہ بقلم خود ؎

نمبر ۵۷۴۷:۔ منکہ عبدالعزیز ولد سلطان بخش قوم افغان پیشہ زمینداری عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۰ء ساکن نتھہ غلام نبی ڈاک خانہ ڈیریوالہ دار وغیاں ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ

آج بتاریخ ۱۰ ماہ نبوت ۱۳۱۹ ہش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے
۱۔ قرضہ قابل وصول ۳۰۰/- (۲) زمین بذریعہ رہن قیمتی ۳۰۰/- (۳) زمین خرید کردہ بصورت بیع ۱۰۰/-
۴۔ زمین دیگر بذریعہ رہن ۴۰/- (۵) زمین مالکی جدی ۲½ کنال جس کی موجودہ قیمت بحساب اوسط ۳۰۰/-
فی ایکڑ ۳۰۰/- میزان کل ۱۰۴۰/- لیکن اس وقت میرے ذمہ مبلغ ۱۶۰/- روپے قرضہ بھی ہے۔ جو میں نے
اسی جائیداد کی وجہ سے لیا ہے اور اسی سے ادا کرنا ہے۔ یہ رقم منہا کر کے باقی ۸۸۰/- روپے ہوئے۔ علاوہ
اس جائیداد کے مجھے ۷/- روپے ماہوار پنشن بھی ملتی ہے اور زمین کی زرعی آمدنی بھی ہے۔ پس میں اپنی
تمام جائیداد جس کی مجموعی رقم ۸۸۰/- روپے بنتی ہے اس کی اور ماہوار آمد ماہوار پنشن کی نیز فصل سے آمد
کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں یعنی ان تمام رقموں اور آمد کے دسویں حصے کی
مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں اس جائیداد کا دسواں حصہ یا اس کا جزء ادا کر کے
رسید حاصل کر لوں تو وہ حصہ صدر انجمن احمدیہ کو حصہ وصیت سے منہا کرنا ہوگا۔ اگر میری وفات کے وقت اس
جائیداد کے علاوہ کوئی اور جائیداد بھی ثابت ہو۔ تو اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی
پنشن اور زرعی آمد کا دسواں حصہ تازندگی ادا کرتا رہوں گا۔ العبد: عبدالعزیز خاں موصی۔ گواہ شد: عبداللہ
ولد میراں بخش نمبر غلام نبی۔ گواہ شد: محمد اسمٰعیل ذبیح۔ گواہ شد: عبداللہ ولد سلطان بخش

نمبر ۶۰۲۳: منکہ عزیزہ بیگم زوجہ چوہدری ظفر اللہ خاں قوم سیال عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن
جوڑا ڈاک خانہ قصور ضلع لاہور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰ ۱/ہش حسب ذیل وصیت کرتی
ہوں۔ میرے پاس زیور قیمتی ۳۰۰/- روپے ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی
ہوں۔ میرا حق مہر مبلغ ۵۰۰/- روپے میرے خاوند کے ذمہ ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں میری
اپنی وصیت کا کل روپیہ ۸۰/- بنتے ہیں۔ انشاء اللہ اپنی زندگی میں ہی ادا کردوں گی۔ اس کے علاوہ میری
کوئی جائیداد نہیں۔ نیز اگر اس کے علاوہ میری وفات کے وقت کوئی اور جائیداد ثابت ہو، تو اس کے
بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ: عزیزہ بیگم موصیہ۔ گواہ شد: ظفر اللہ خاوند موصیہ
گواہ شد: محمد عمر دفتر ڈپٹی کمشنر لاہور

نمبر ۶۰۱۹: منکہ صادقہ بیگم زوجہ قریشی عبدالمنان صاحب قوم ککے زئی عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی
ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۹/ہش ۴۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ (۱)
نفیساں طلائی وزنی ۲½ تولہ ایک جوڑہ۔ (۲) انگوٹھی طلائی دو عدد نصف تولہ (۳) بٹن طلائی وزنی ایک
تولہ (۴) کانٹے طلائی ایک جوڑہ وزنی نصف تولہ۔ (۵) ٹیکہ طلائی ایک عدد وزنی ایک تولہ (۶) مہر بذمہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شوہرم -/۵۰۰ روپیہ - مذکورہ بالا جائیداد کے دسویں حصہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں - نیز میری وفات پر اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی - الامتہ :- صادقہ بیگم - گواہ شد :- فضل احمد پنشنر والد موصیہ - گواہ شد :- قریشی عبدالمنان احمدی شوہر موصیہ :-

نمبر ۶۰۶۱ :- منکہ حسین بی بی زوجہ بابو فضلدین صاحب قوم راجپوت عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت سال ۱۹۱۴ء ساکن شہر سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں - تفصیل جائیداد (۱) میرا زیور مالیتی تقریبًا -/۴۰۰ کا ہے - اس کے علاوہ کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے - اگر صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کو ثابت ہو جائے تو صدر انجمن احمدیہ ۱/۸ حصّہ کے زر وصیت کے وصول کرنے کی مجاز ہوگی - کیونکہ -/۴۰۰ روپے کے ۱/۸ حصہ بقدر -/۵۰ روپیہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں - جو رقم میں حیات میں ادا کرتی رہوں وہ زر وصیت -/۵۰ میں سے مجرا کیا جاوے :-

(۱) چوڑیاں طلائی ۴ تولہ ۳ ماشہ قیمتی -/۱۷۰ (۲) کانٹے طلائی قریب ایک تولہ -/۶۰ روپے (۳) ڈنڈیاں طلائی ۴ تولہ تقریبًا -/۱۵۰ روپے - (۴) مندری طلائی قیمتی -/۲۰ - کل -/۴۰۰ :- الامتہ حسین بی بی نشان انگوٹھا - گواہ شد :- فضل دین ریڈر چیف جج ہائی کورٹ لاہور - گواہ شد :- قاسم دین ہیڈ کلرک دفتر ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ :-

نمبر ۶۰۶۵ :- میں محمد الدین ولد مولوی امام الدین صاحب قوم کھرل پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت ستمبر ۱۹۳۹ء ساکن ڈنگہ رحال قادیان ضلع گجرات پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۸ جنوری ۱۹۴۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں - میری اس وقت جائیداد غیر منقولہ میں سے صرف ایک مکان متصل بڑا باغ جو میں نے خود تیار کیا ہے موجود ہے اس کے علاوہ اور کوئی جائیداد نہیں - میرے والد صاحب زندہ موجود ہیں - اس واسطے جو جدی جائیداد ہے وہ ابھی تک ان کے نام ہے - میں مدرسہ احمدیہ میں بطور کارکن کام کرتا ہوں میں اپنی جائیداد و تنخواہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں - ہیں اگر اپنی زندگی میں کوئی جائیداد اپنی وصیت میں دیدوں تو وہ میری وصیت سے مجرا سمجھی جائے - میرے مرنیکے وقت اس کے علاوہ اور کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی :-

العبد :- محمد الدین کارکن مدرسہ احمدیہ قادیان - گواہ شد :- محمد طفیل خاں ٹیچر مدرسہ احمدیہ - گواہ شد :- عبدالرحمن مدرس مدرسہ احمدیہ :-

نمبر ۶۰۶۹ :- میں پیر ضیاء الدین ولد جناب پیر اکبر علی صاحب قوم بودلہ قریشی عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ساکن فیروزپور شہر صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ یکم جنوری سنہ ۴۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد نہیں۔ اس وقت مجھے حضرت والد صاحب بزرگوار مدظلہ، سے مبلغ -/۵ روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے۔ مَیں اپنی ماہوار آمد کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ آئندہ تازیست انشاء اللہ اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور اپنی آمد کی کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہونگا۔ اس کے علاوہ میری وفات کے بعد میری جو جائیداد یا ترکہ ثابت ہو اس کے دسویں حصہ کی بھی مَیں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان وصیت کرتا ہوں۔ بشرطیکہ جو رقم حصہ وصیت میں سے مَیں اپنی زندگی میں ادا کردوں، وہ اس میں سے منہا سمجھی جائے گی۔ العبد:۔ پیر ضیاءالدین بی۔ اے۔ گواہ شد:۔ ایم مبارک احمد خاں امین آبادی گواہ شد:۔ صلاح الدین ای۔ اے۔ سی۔ فیروزپور شہر؛

نمبر ۶۰۵۵:۔ میں بشیر احمد ولد رحمت علی صاحب قوم گاڑہ پیشہ کاشتکاری عمر ۲۶ سال پیدائشی احمدی ساکن بجوپورہ ڈاک خانہ سہارنپور یو۔ پی بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲-۳-۴۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے:۔ (۱) نمبر کھیوٹ ۳/۴ ایک بیگھہ ۹ بسوے پختہ موضع بجوپورہ صحالی بنسی لال (۲) نمبر کھیوٹ ۳/۲ دو بیگھہ گیارہ بسوے پختہ موضع بجوپورہ صحالی شہر لال (۳) کھیوٹ ۴ پندرہ بسوے پختہ موضع بجوپورہ صحالی رام چند۔ (۴) کھیوٹ ۶۔ ۳ بیگھہ ۱۱ بسوے پختہ موضع بجوپورہ صحالی رام چند۔ (۵) کھیوٹ ۳۔ ۱۹ بسوے پختہ موضع بجوپورہ صحالی غیر رائی (۶) کھیوٹ ۲۵۔ ۱۴½ بسوے پختہ موضع بجوپورہ صحالی غیر رائی (۷) کھیوٹ ۶۔ ۴ بیگھہ ۱۴ بسوے پختہ موضع بجوپورہ صحالی رام چند۔ اس جائیداد مذکورہ کی قیمت پندرہ سو روپے ہے اس کے علاوہ تین مکان ہیں جن کی قیمت پانچ سو روپے ہے مَیں اس جائیداد کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے وقت اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو، تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ حصہ جائیداد میں پچاس روپے نقد ادا کردیئے ہیں۔ العبد:۔ بشیر احمد موضع بجوپورہ ضلع سہارنپور۔ گواہ شد:۔ عطاء اللہ عرف نبی بخش سیکرٹری جماعت اجمیر تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیارپور؛

نمبر ۶۰۶:۔ مَیں محمد جی احمدی ولد سید محمد حسین شاہ صاحب سیکرٹری امانت جائیداد تحریک جدید و مختار عام حضرت صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۳ جنوری سنہ ۴۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کوئی نہیں۔ اور میری ماہوار آمد اس وقت -/۶۰ روپے ہے۔ مَیں وصیت کرتا ہوں، کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مَیں اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو تا زندگی ادا کرتا رہونگا۔ نیز یہ وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنیکے بعد جو بھی میری جائیداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: محمد جی احمدی لفٹننٹ آئی۔ ایم۔ ایس میڈیکل آفیسر ایچ۔ کیو۔ ۹ انڈین ڈویژن معرفت ایربیس پوسٹل ڈپو کراچی۔ گواہ شد:۔ سلطان محمد کارکن دفتر ایم۔ این سنڈیکیٹ قادیان۔ گواہ شد:۔ محمد حسین شاہ سکرٹری امانت جائیداد۔

نمبر ۶۰۵۹:۔ مَیں بشارت الرحمٰن ولد صوفی عطا محمد صاحب جالندھری قوم قریشی پیشہ طالب علم عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن محلہ دار الرحمت قادیان پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱ فروری ۱۹۴۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (۱) اس وقت میری جائیداد منقولہ کوئی نہیں ہاں جائیداد غیر منقولہ ہے یعنی ایک سکونتی مکان کا نصف حصہ واقع محلہ دار الرحمت قادیان متصل مکان بھائی عبدالرحیم صاحب و مولوی فضل الدین صاحب وکیل ہے۔ اور اس مکان کے یعنی میری ملکیت کے نصف حصہ کی قیمت پانچسو روپے مطابق رجسٹری سرکاری ہے۔ اپنے مکان کے دسویں حصہ کی مَیں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اسکے علاوہ میری وفات کے بعد اگر اور کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو تو اس کے بھی دسویں حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی:۔ (۲) اسوقت میں طالب علم ہوں اور ابھی برسرِ روزگار نہیں ہوا ہوں۔ مَیں اس وقت جیب خرچ مبلغ پانچ روپے ماہوار پاتا ہوں۔ اس میں سے بھی دسواں حصہ ماہوار ادا کرتا رہونگا۔ اس کے بعد جب آمدنی کی مستقل صورت پیدا ہو تو اس میں سے بھی دسواں حصہ تا دم زیست ادا کرتا رہونگا۔ فقط العبد:۔ بشارت الرحمٰن بی۔ اے آنرز ولد صوفی عطا محمد صاحب جالندھری دار الرحمت قادیان۔ گواہ شد:۔ شیخ محمد اسماعیل سرساوی:۔

نمبر ۶۰۵۸:۔ مَیں مرزا محمد بیگ ولد مرزا نواب بیگ صاحب قوم مغل پیشہ پنشنر عمر ۴۶ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۷/۹۸ء ساکن کشمیری محلہ شہر سیالکوٹ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۲/۲/۲۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرا اس وقت ایک مکان واقعہ محلہ کشمیری متصل مسجد کنگری والی شہر سیالکوٹ مالیتی قریباً ایک ہزار روپیہ ہے جس کی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں اسکے علاوہ مجھے -/۲/۲۰ ماہوار پنشن مل رہی ہے جس میں سے مبلغ -/۱۰ روپے ماہوار اپنے ایک عزیز رشتہ دار کے نام عرصہ تقریباً پانچ چھ سال سے وقف کئے ہوئے ہیں۔ اور باقی ماندہ -/۲/۱۰ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں جو کہ مَیں ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میری زندگی کے بعد میری کوئی اور جائیداد ثابت ہوئی تو صدر انجمن احمدیہ قادیان اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک تصور ہوگی۔ اگر میں کوئی رقم بمد حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ادا کروں تو وہ مجرا کر کے باقی جو رقم حصہ جائیداد ہوگی۔ صدر انجمن احمدیہ اسکے وصول کرنیکی حقدار ہوگی۔ العبد:- مرزا محمد بیگ ولد مرزا نواب بیگ۔ گواہ شد:- محمد عبداللہ ولد میاں نظام الدین کوچہ حسین شاہ سیالکوٹ۔ گواہ شد: فضلدین ولد میاں فیروز الدین ریڈر ہائیکورٹ لاہور؛

نمبر ۶۰۵۴:- میں کریم بخش ولد پیر بخش صاحب قوم ٹانوری پیشہ زمینداری عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۹ء ساکن ٹانوری ڈاکخانہ ٹنڈیا لقا شاہ ضلع نواب شاہ صوبہ سندھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴ ر نومبر ۱۹۴۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد دس ایکڑ زمین زرعی ہے جس کی قیمت موجودہ نرخ کے لحاظ سے ایک ہزار روپیہ ہوتی ہے اس میں سے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے وقت جس قدر جائیداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی میرا گذارہ زراعت پر ہے اپنی آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ بھی داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ العبد:- کریم بخش احمدی ٹانوری۔ گواہ شد:- غلام احمد فرخ مبلغ سلسلہ احمدیہ ۴۱/۱۱/۱۴ گواہ شد:- سید جماعت علی احمدی ٹانوری؛

نمبر ۶۰۳۴:- میں عبدالرحیم ولد میاں جمن صاحب پیشہ طالب علمی عمر ۲۳ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۹ء ساکن کینتھ ڈاکخانہ بواکس ملک ماریشس بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ ر دسمبر ۱۹۴۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد غیر منقولہ اس وقت کچھ سفید زمین ہے جو رقبہ میں اندازاً ۱۵ مرلہ ہوگی۔ مگر اس پر میرے بھائی قابض ہیں جو غیر احمدی ہیں اور مجھے امید نہیں کہ وہ مجھے حصہ دیں۔ اگر مل گیا تو اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ نیز اسوقت مجھے -/۱۵ روپے ماہوار نظارت تعلیم و تربیت سے وظیفہ ملتا ہے اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائیداد ثابت ہو اُسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اپنی آمد کی کمی بیشی کی اطلاع صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دیتا رہونگا۔ فقط۔ العبد:- عبدالرحیم ولد میاں جمن صاحب ساکن ماریشس ۴۱/۱۲/۱۵ گواہ شد:- عبدالرحمن شاکر کارکن دفتر محاسب۔ گواہ شد:- علی محمد بی۔ اے۔ بی ٹی دارالفضل قادیان؛

نمبر ۶۰۳۳:- منکہ طالب علی ولد سردار علی صاحب قوم اعوان پیشہ ملازمت عمر ۵۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۰ء ساکن جہت پور ڈاکخانہ بکبریاں ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۱/۱۲/۱۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میں اسوقت ملٹری میں ملازم ہوں میری تنخواہ سولہ روپے ماہوار ہے۔ لہذا میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں کہ اپنی تنخواہ کا ۱/۱۰ حصہ باقاعدہ ماہوار خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرداتا رہونگا۔ کمی بیشی کی صورت میں صدر انجمن احمدیہ کو مطلع کرتا رہونگا۔ اگر میری وفات کے بعد کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو تو صدر انجمن احمدیہ قادیان اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک ہوگی۔ العبد:۔ طالب علی بقلم خود ۷۶۸۱۵۹ سپاہی سٹور ڈویژن ۱۹/۱ پرسنل سپلائی کمپنی ۱۷/۱ سیکشن منماڑ ضلع ناسک۔ گواہ شد:۔ جلال الدین امینی ایل نائک کلرک آر۔ آئی اے۔ او۔ سی ریزروبیس سپلائی ڈپو مین آفس سٹاک سیکشن منماڑ۔ گواہ شد:۔ نور احمد لوچھی ۱۹/۱ پرسنل۔ سپلائی کمپنی ہیڈ کوارٹر سیکشن ٹیلر ۷۷۰۹۱ منماڑ:۔

نمبر ۵۹۹۶:۔ منکہ تاج الدین ولد امیر بخش قوم بٹ کشمیری پیشہ منیاری فروش عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت ۲۸/۶ ساکن ملتان حال لائلپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۱/۴۱ ۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں کل سامان منیاری جو اسوقت میرے پاس موجود ہے مالیتی مبلغ -/۱۲ روپے ہے متفرق اشیاء آٹھ روپیہ ضروریات زندگی ہیں۔ میری منقولہ وغیر منقولہ جائیداد اسکے سواء کوئی نہیں ہے میری آجکل ماہوار آمد تقریباً مبلغ آٹھ روپے ہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ تازندگی اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ کو ادا کرتا رہوں گا میرے مرنیکے بعد جو جائیداد منقولہ وغیر منقولہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ تاج الدین بقلم خود۔ گواہ شد:۔ جلال الدین قمر چک ۱۹۶ اسلام آباد ڈاکخانہ خاص ضلع لائلپور۔ گواہ شد:۔ شیخ محمد یوسف سیکرٹری نشر واشاعت لائل پور:۔

نمبر ۵۹۹۵:۔ منکہ چوہدری گلاب دین ولد علی گوہر ساکن میانوالی مہاراں ڈاکخانہ کھوکھروالی ضلع سیالکوٹ تاریخ بیعت ۳۳ء بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۹/۴۱ ۱۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ اس وقت میری جائیداد منقولہ وغیر منقولہ اراضی موازی ۹ بیگھہ بارانی ہے۔ جس کی قیمت موجودہ وقت میں نوصد روپیہ ہے اس میں سے ۱/۳ حصہ اراضی اس وقت مبلغ -/۳۷۰ میں گروی ہے۔ اس کے علاوہ ایک خام سکونتی مکان اور حویلی کے ۱/۳ حصہ کا بھی مالک ہوں جسکی مالیت قریباً یکصد روپیہ کی ہے۔ اس تمام جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنیکے بعد اگر میری کوئی اور جائیداد بھی ثابت ہو تو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں تو وہ میرے مرنیکے بعد میرے حصہ جائیداد سے منہا کر لی جائیگی۔ العبد:۔ گلاب دین موصی نشان انگوٹھا ۴۲ گواہ شد:۔ حاجی خدا بخش پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ میانوالی خانانوالی۔ گواہ شد:۔ حاجی منشی عبداللہ ساکن میانوالی ضلع سیالکوٹ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحیح تشخیص

کیسی صحیح وہ تشخیص تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانہ کی بیماریوں کی کی۔ آج بھی اگر کوئی شخص اس کا اندازہ کرنا چاہے، تو کوئی کتاب، کوئی مضمون اٹھا کر دیکھ لے۔ اس تشخیص کی سچائی کا ثبوت اس کو مل جائے گا۔ دنیا میں اِس وقت ایک مہیب جنگ ہو رہی ہے ــــ ایسی مہیب کہ جب سے نسل انسانی پیدا ہوئی ہے، اس جنگ کی مثال نہیں ملتی۔ ایسے خطرے کے وقت میں انسان کا دل نرم ہو جاتا ہے۔ اور وہ کسی ایسی ہستی کی تلاش میں نکلتا ہے، جس کے آگے وہ اپنا سر جُھکا سکے۔ لیکن لوگوں کی مایوسی کا یہ حال ہے، کہ بجائے خدا کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کو پکارنے کے وہ یہ کہہ رہے ہیں، کہ اگر کوئی خدا تھا بھی، تو وہ بھی اب دنیا کو چھوڑ چکا ہے، اور بنی نوع انسان سے اس نے اپنا تعلق توڑ لیا ہے۔ اس کا نمونہ ایک صاحب مسٹر کرچ کی کتاب "ماڈرن ٹمپر" سے ملتا ہے۔ مسٹر کرچ لکھتا ہے :۔

"ہمارے تمام سہارے ایک ایک کر کے ہم سے رخصت ہو گئے، آخر خدا بھی رخصت ہو گیا۔ بے شک وہ آناً فاناً ہمیں جواب نہیں دے گیا۔ لیکن قدم بقدم وہ ہم سے دور ہی ہوتا گیا۔ اور اب دنیا کی باگ ڈور اس نے بالکل چھوڑ دی ہے۔ اور دُنیا کا کوئی حال اُسے معلوم نہیں۔ ایک زمانہ میں ہم سمجھتے تھے، کہ ایک چڑیا کے حالات سے بھی اس کو گہرا تعلق ہے۔ اور وہ اس کی خوشی کا بھی خیال رکھتا ہے۔ پھر ایک زمانہ آیا، جب ہم سمجھنے لگے، کہ خواہ وہ ہمارے معاملات میں زیادہ دخل نہ دیتا ہو، لیکن قدرت کے سلسلہ اسباب کا آخری سبب تو وُہ خدا ہی ہے۔ آج بھی ہزاروں لوگ ایسے موجود ہیں، جو اس سہارے کو بالکل کھو دینے کے لئے طیار نہیں، اور انہوں نے کسی نہ کسی طرح اپنے دلوں کو تسلّی دے رکھی ہے۔ کہ اس دھندلکے میں خدا کے نشان بھی کچھ کچھ موجود ہیں۔"

پھر وہ لکھتا ہے، کہ خدا پر یقین اُٹھ جانے سے انسان کو اپنے دوسرے مشاغل میں بھی دُہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دلچسپی نہیں رہی، جو کسی زمانہ میں اُسے ہوتی تھی۔ اب انسانوں کو یہ معلوم نہیں، کہ وہ انسان اور انسانیت کی رٹ کیوں لگا رہے ہیں۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں، کہ وہ سائنس کے مطالعہ، اس کی ریسرچ اور اس کے ذریعہ نئی نئی ایجادات کرنے میں کیوں منہمک ہیں۔ اور کس غرض سے وہ اپنے اوقات ان چیزوں کو حاصل کرنے میں صرف کر رہے ہیں۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ انسانی تعلقات میں محبت و مودت کا سبق جو آج تک وہ ایک دوسرے کو دیتے رہے ہیں، اس کا مآل آخر کیا ثابت ہؤا۔ انہیں یہ بھی پتہ نہیں، کہ وہ فنون، ادب اور علوم کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں ؛

خدا نے دنیا کو ہوشیار کیا یہ مایوسی کی ایک بھیانک تصویر ہے۔ لیکن مسٹر کرچ کو کیا معلوم کہ اپنی نادانی میں جس خدا کو وہ جواب دے چکا ہے، اُسی خدا نے آج سے بہت عرصہ قبل دنیا کے مدبروں کو ہوشیار کیا تھا اور اپنے ایک بندے کے ذریعہ یہ پُر جلال پیغام دنیا کو پہنچایا تھا :۔

"وہ دن نزدیک ہیں، بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں، کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی۔"

آخر یہ جنگ اور یہ دوسری آفتیں ہی ہیں، جن سے مایوسی کی یہ انتہائی کیفیت دنیا میں پیدا ہوئی ہے۔ اور کیا الٰہی آفتوں کی خبر دُنیا کو نہ دی گئی تھی، جبکہ خدا کے اس بندے نے کہا تھا :۔

"نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی، کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوعِ انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی۔ اور تمام دل اور تمام ہمّت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔"

لیکن خدا کا رحم دیکھو، اس کو جو خیال اپنی مخلوق کا ہے، اس کا اندازہ اس سے کرو، کہ اس نے بغیر حجّت پوری کئے یہ آفتیں تجویز نہ کیں۔ چنانچہ اس نے اپنے بندے سے کہلوایا :۔

"اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی۔ پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدّت سے مخفی تھے، ظاہر ہو گئے۔ کیا تم خیال کرتے ہو، کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے، یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔"

یہیں پر بس نہیں، خدا کے اس بندے نے دنیا کے ایک ایک حصّے کو مخاطب کر کے پکارا، اور کہا:۔

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں، اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا۔"

جزائر کی طرف اشارہ ان الفاظ کی شان کو بڑھا دیتا ہے۔ اس لئے کہ اب دنیا کی یہ حالت ہو چکی تھی، کہ جو جزائر طاقتور قوموں کے ہاتھوں میں تھے، ان کو کسی قسم کا گزند پہنچانا ناممکن سمجھا جانے لگا تھا۔ اور جو جزائر دوسری قوموں کے ہاتھوں میں تھے وہ قابل توجہ نہ سمجھے جاتے تھے۔ اور جنگ کا امکان ان کے لئے ختم ہو چکا تھا۔ لیکن دُنیا والوں کے قیاسات غلط نکلے، اور اس وقت جس مصیبت میں جزائر مبتلا ہیں، اس کا ان کو خواب وخیال بھی نہ تھا۔ پھر ان آفتوں کی نوعیت اور ان کا نتیجہ بھی بتا دیا گیا۔ کیونکہ اس بندے نے صاف کہدیا:۔

"مَیں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔"

یہ کیوں؟ اس لئے کہ:۔

"وہ واحد یگانہ ایک مدّت تک خاموش رہا۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے، اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائیگا۔ جس کے کان سُننے کے ہوں وہ سُنے کہ وہ وقت دُور نہیں۔ مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں۔ پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔" (حقیقۃ الوحی صـ۲۵۶)

پس مسٹر کرچ یا کسی اور کا یہ کہنا کہ خدا نے دُنیا کو چھوڑ دیا ہے نادانی اور سخت نادانی ہے اس خدا نے تو دنیا کو واضح سے واضح الفاظ میں ہوشیار کیا۔ پر دُنیا اور دنیا والے ہوشیار نہ ہوئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اب ان آفتوں سے بچاؤ کی یہی صورت ہے، کہ دنیا خدا کی طرف جھکے، اور اپنے پیدا کرنیوالے سے تعلقات استوار کرے۔

مذہبی لیڈروں میں مایوسی لیکن یہ مایوسی کا عالم صرف دنیاوی مفکروں میں ہی نہیں پایا جاتا، صرف فلسفی اور دنیا کے مدبر ہی اس کا شکار نہیں، بلکہ مذہبی لیڈر بھی اسی مایوسی میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اور مذہبی لیڈروں میں جو مایوسی پائی جاتی ہے، وہ تو بہت ہی قابل رحم حد تک پہونچی ہوئی ہے۔ مذہب اور سائنس کا مقابلہ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں رہا ہے۔ جو لوگ خدا اور خدا نمائی کے صحیح طریقوں کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے ہیں، ان کا مقابلہ عقلی علوم کے حاملوں سے ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ اور اس زمانہ میں بھی ہو رہا ہے۔ اس مقابلہ میں مذہبی لیڈروں کی حالت عجیب ہو رہی ہے۔ کہنے کو تو وہ کہہ رہے ہیں، کہ مذہب قائم ہے اور سائنس نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اُدھر کچھ سائنس والے بھی مذہب کی تائید میں کبھی کبھی آواز اُٹھا دیتے ہیں۔ جس سے مذہبی لیڈروں کی ڈھارس بندھ جاتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے دنیا کے مذہبی لیڈروں کا یہ حال ہے، کہ وہ اپنے مذاہب کے سب اصول ایک ایک کرکے چھوڑ رہے ہیں۔ چنانچہ جب بھی کوئی نیا اعتراض ہوتا ہے، تو وہ اپنے مذہب کے اس حصّہ کو جس پر اعتراض ہوتا ہے چھوڑ کر کہتے ہیں، کہ اب اعتراض کرکے دیکھو! پھر کوئی اور اعتراض ہوتا ہے، تو وہ اپنے مذہب کے ایک اور حصّے کو چھوڑ کر کہتے ہیں، کہ اب اعتراض کرکے دیکھو۔ اور اب یہ حال ہے، کہ مذہبی لیڈر اپنے مذہب پر کسی اعتراض کا معقول جواب نہیں دے سکتے۔ اور اگر جواب دیتے ہیں تو یہ کہ ہمارے خیالات ترقی کر گئے ہیں۔ اعتراض کرنے والے سوچ کر اعتراض کریں۔ اب ہم ان باتوں کو نہیں مانتے، جن کو ہمارے بڑے بزرگ مانا کرتے تھے۔ یہ مذہب کی شکست نہیں تو اور کیا ہے؟ اور یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اسی لئے کہ مذہبی لیڈر خود یقین اور معرفت سے بالکل کورے ہو چکے ہیں۔ ان کو خدا اور مذہبی حقیقتوں پر وہ ایمان نہیں جو اہل مذہب کو ہونا چاہیئے۔ اور یہ ایمان اس لئے نہیں کہ انہوں نے کلامِ الٰہی کو گذشتہ زمانوں میں محدود کر دیا۔ اور اپنی جھوٹی عزت اور جھوٹی برتری کا خیال زیادہ کیا۔ اور یہ نہ سوچا، کہ خدا پر ایمان جو تمام ترقیوں کی جڑھ ہے، کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ وہ بھول گئے، کہ خدا پر ایمان خدا کے کلام سے پیدا ہوتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ستّر کتابیں

صرف پچیس ۲۵ روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ستّر کتابیں جو رسالہ ریویو کے سائز پر قریباً چھ ہزار صفحوں کی ہیں۔ صرف پچیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں۔ پہلے یہ کتابیں تیس روپے میں فروخت ہوتی تھیں۔ مگر اب پہلے سٹاک میں سے بعض ختم ہو گئی ہیں۔ اس لئے قیمت پچیس روپے کر دی گئی ہے۔ بعض کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

براہین احمدیہ مکمل	تریاق القلوب
سرمہ چشم آریہ	تحفہ گولڑویہ
آئینہ کمالاتِ اسلام	اربعین ہر چہار حصّہ
شہادت القرآن	نسیم دعوت
نور القرآن	تذکرۃ الشہادتین
چشمۂ معرفت	حقیقۃُ الوحی
مسیح ہندوستان میں	لُجّۃُ النّور

یہ سب کتابیں بالکل نئی ہیں۔ آرڈر کے ہمراہ دو روپے ارسال فرمائیں؛

مینیجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

تفسیر سروری

یعنی

جماعت احمدیہ کے مفسّر قرآن حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب کی وہ تفسیر القرآن جو رسالہ ریویو (اُردو) میں چھپتی رہی ہے اور جس میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی تفسیر بھی بیان ہوئی ہے۔ اسکی چند گنتی کی جلدیں برائے فروخت دفتر میں موجود ہیں۔ یہ تفسیر شروع سے آٹھویں پارے تک کی ہے مگر درحقیقت اسمیں سارے قرآن مجید کے مشکل مقامات حل کئے گئے ہیں۔ یہ نہایت عام فہم تفسیر ہے اسکے پڑھنے سے حسب استعداد تفسیر القرآن کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ رسالہ ریویو کے سائز پر اسکے کُل دو ہزار صفحے ہیں پہلے اسکی قیمت پندرہ روپے تھی مگر اب بعض فوری ضروریات کی وجہ سے اسکی رعایتی قیمت صرف چھ روپے رکھی گئی ہے۔ آج ہی بذریعہ منی آرڈر بنام مینیجر ریویو (اُردو) ارسال فرما کر اپنے لئے ایک جلد محفوظ کرا لیں۔ بعد میں یہ بیش بہا خزانہ کسی قیمت پر بھی نہ مل سکیگا۔ مجلّد کی قیمت ساڑھے سات روپے ہے ؛

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان

(منشی ... قادیان ... عبدالرحمن صاحب ... پرنٹر و پبلشر نے ... پریس قادیان میں چھپوا کر ... سے شائع کیا)